رد چہل مسئلہ

ضرب مجاہد

مستحل بہ

عرف ---- دیوبندیوں کے جھوٹ اور خیانتیں

مؤلف

ابوالفیض محمد عبدالکریم ابدالوی چشتی رضوی صاحب

دارالعلوم پشتیہ رضویہ خانقاہ ڈوگرانواں ضلع شیخوپورہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال آیۃ المنافق ثلاث اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا اؤتمن خان متفق علیہ فی روایۃ

لمسلم وان صام وصلی وزعم انہ مسلمۃ

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ منافق کے تین نشان ہیں۔ (۱) بات کرے تو جھوٹ بولے (۲) وعدہ کے خلاف کرے (۳) امانت میں خیانت کرے اگرچہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور دعویٰ کرے کہ میں مسلمان ہوں۔ (بخاری و مسلم)

ردّ چہل مسئلہ ضرب مجاہد

مسمّٰی بہ

عرف ---- دیوبندیوں کے جھوٹ اور خیانتیں

مؤلف

ابوالفیض محمد عبدالکریم ابدالوی چشتی رضوی صاحب

دارالعلوم چشتیہ رضویہ خانقاہ ڈوگرائ ضلع شیخوپورہ

قیمت ..... صرف چار روپے علاوہ محصول ڈاک

پیش لفظ

اس پرفتن دور میں بزرگوں کا احترام جس تیزی کے ساتھ دلوں سے ختم ہوتا جا رہا ہے وہ نہایت تشویشناک ہے۔

علماء و حکام، دینی اداروں، صحافیوں بلکہ ہر ذی شعور انسان پر اس وقت یہ لازم ہو گیا ہے کہ اپنے امکان و دسترس کی حد تک ان کے راستوں کو بند کرنے کی پوری پوری کوشش کریں۔

یہ کتاب بھی اسی کوشش کی ایک کڑی ہے۔ بارگاہِ رب العلمین میں پوری عجز و انکساری کے ساتھ یہ دعا ہے کہ رحمۃ اللعلمین، شفیع المذنبین، باعثِ ایجاد عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل میں اس کوشش کو شرفِ قبول عطا فرمائے۔ اور برادرانِ اسلام کے لئے ذریعہ ہدایت اور اس ناچیز کے لئے ذریعہ نجات و کفارہ عصیاں بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

ناظرین کرام سے پُرزور درخواست ہے کہ اس کتاب کو گہری نظر سے مطالعہ فرمائیں۔ اگر کوئی سقم اس کی تحریر یا مضمون میں نظر آئے تو مطلع فرمائیں کہ انسان خطاء و نسیان سے خالی نہیں۔ ناچیز نے اپنے علم میں پورے اطمینان سے حوالہ جات درج کئے ہیں۔ تسلی کرنی ہو تو ناچیز سے خط و کتابت کریں یا خود تشریف لائیں ممنون ہونگے اگر کسی کو اس سے فائدہ ہو تو دعا خیر سے یاد فرمائیں۔ اگر کسی کو کوئی لفظ ناگوار گذرے تو

درگذر فرمائیں۔

پوری کوشش کی گئی ہے اس کی عبارت میں ہر لفظ بر موقعہ استعمال ہو محض تختی نہ ہو۔ جیسا کہ جہل مسئلہ کی عبارت میں تختی ہے۔

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ
علیہ توکلت والیہ انیب ۵

مؤلف عفی عنہ

الحمد للہ ولیہ والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

اما بعد! رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ میں ایک چلتا پھرتا رسالہ اس بندہ بے نوا کے ہاتھ میں آیا جس کے سرورق پر یہ لکھا ہے۔

مولینا الحاج کریم بخش مرحوم ایم۔ اے سابق پروفیسر عربی گورنمنٹ کالج لاہور، اس کے نیچے یوں لکھا ہے:۔

ناشر

ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ مغربی پاکستان۔

کوئی احقر ابوالزاہد محمد سرفراز خطیب جامع گکھڑ ہیں۔ وہ اس پر اپنے پیش لفظ میں یہ لکھتے ہیں۔

"کہ آج سے تقریباً اٹھائیس سال پہلے عالم محقق حضرت مولانا الحاج محمد کریم بخش صاحب مظفر گڑھی (المتوفی ۱۳۶۵ھ) فاضل دیوبند اور ایم اے پروفیسر عربی گورنمنٹ کالج لاہور نے قائد جماعت بریلویہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کی متعدد کتابوں سے ٹھوس حوالے

بچا کر کے چہل مسئلہ حضرات بریلویہ کے نام سے ایک کتابچہ مرتب کیا تھا (چہل مسئلہ ص۵)

اور پھر مصنف کی جرأت اور مردانگی کچھ اس طرح بیان کی ہے:۔

چونکہ انگریزی دور تھا اور موصوف گورنمنٹ کالج لاہور میں پروفیسر تھے اس لئے کسی مصلحت کی بنا پر اپنا نام ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھا۔ ویسے بھی حضرت مولینا مرحوم بڑے تخلیہ پسند اور صوفی مزاج تھے اور نام و شہرت کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے تھے۔ اس لئے اس وقت یہ کتابچہ حضرت.... الحاج شاہ عبدالعزیز صاحب دعاجو دہلوی (خلیفہ..... شاہ محمد لیسین صاحب نگینوی جو کہ..... مولینا رشید احمد صاحب گنگوہی کے خلیفہ تھے) کے اہتمام اور سعی سے محمدی پریس لاہور سے طبع ہوا تھا (چہل مسئلہ ص۵)

یعنی مصنف اس وقت گمنام رہے اور جب مصنف اس دنیا سے ہی چلے گئے تو نام ظاہر کیا گیا، کیا ہی دیانتداری اور مردانگی ہے، کیا حق پرستوں اور ایمانداروں کا دین میں یہی کردار ہوتا ہے۔

اور صفحہ ۴ پر مذکورہ بالا دعاجو دہلوی (جنہوں نے اس وقت مصنف کو گمنام رکھ کر اس کو طبع کرایا تھا) کا اعلان یوں لکھا ہے۔

"جن لوگوں کو کسی حوالہ کتاب کے متعلق کوئی شبہ واقع ہو وہ اصل کتاب دیکھ کر تسلی کر سکتے ہیں۔"

"اونچی دوکان، پھیکا پکوان"

مصنف کا حوالہ جات کو نقل کرنا اور ان سے مخصوص طریقے سے

نتائج اخذ کر کے سیدھے سادھے لوگوں کو گمراہ کرنا اور جاہلانہ اندازِ گفتگو کو جب ناچیز نے دیکھا تو مصنف کا کردار مشتبہ نظر آیا۔ چنانچہ مصنف کے نقل کردہ حوالہ جات کو اصل کتابوں سے دیکھنا شروع کیا، تو مصنف چہل مسئلہ کے کردار اور طرزِ عمل پر حیرت ہوئی یہاں تک کہ سب حوالہ جات کو اصل کتابوں سے دیکھنے کے بعد یہ تسلی ہو گئی کہ چہل مسئلہ کے مصنف کا دامن حقائق سے بالکل خالی ہے۔ صرف کذب بیانی، بددیانتی، فریب کاری، بہتان تراشی اور جاہلانہ اندازِ گفتگو اور شریرانہ ذہنیت سے اس بچارے نے اپنے اعمالنامہ "متالیس صفحے سیاہ کئے ہیں۔ اور اب ادارہ نشر و اشاعت نصرت العلوم نے اس کو دوبارہ چھپوا کر اس کے اعمال نامے کو مزید سیاہ کیا۔ دیکھو کب تک بچارے کریم بخش کو اپنے اس اعمالنامے کے جاری رہنے اور اس کا بوجھ بڑھتے رہنے اور اس پر کچھ نہ کر سکنے پر حسرت کھانی پڑتی ہے۔

مصنف چہل مسئلہ اور چہل مسئلہ کے نشر و اشاعت کرنے والوں کے اس طرزِ عمل کی دو ہی وجہ ہو سکتی ہیں، یا تو وہ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کی اردو عبارات سمجھنے سے نابلد ہیں حالانکہ پروفیسر اچھی خاصی قابلیت کا مالک ہوتا ہے اور دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ان لوگوں نے سمجھنے کے باوجود دانستہ روزِ جزا سے بے فکر ہو کر فریب اور دھوکہ دہی سے کام لیا۔

آگے صفحہ پر یوں لکھا ہے!

چونکہ حضرت مولانا محمد کریم بخش صاحب بڑے محقق نکتہ رس اور خدا خوف بزرگ تھے۔ اس لئے ہم نے انہیں کے حوالوں پر اکتفا کی ہے اور اصل

کتابوں کی طرف مراجعت نہ تو ضروری سمجھی اور نہ ہی وقت مل سکا ہے کتابچہ جوں کا توں ہم نے نقل کرا کر طبع کرا دیا ہے۔

احقر العباد ابوالزاہد محمد سرفراز خطیب جامع

گکھڑ مدرس مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

آئندہ سطور سے ناظرین کو ان کی تحقیق و خدا خوفی دیانتداری نکتہ رسی بخوبی واضح ہو جائے گی۔

ایسے محققوں دیانتداروں نکتہ رسوں خدا خوف بزرگوں سے خدا محفوظ رکھے۔ جن کے دیانتداری کے لیبل میں پوری بددیانتی ہو اور تحقیق کے لیبل میں مکمل ملمع کاری ہو۔ اور خدا خوفی کے پردے میں خدا و رسول کے خوف اور شرم سے بیگانگی ہو سوائے اس کے اور کچھ نہ ہو۔

ایسے لوگوں نے جب سے میدان تحقیق میں قدم رکھا ہے تب سے شانِ الوہیت، شانِ نبوت اور شانِ ولایت کے متعلق نئے نئے گل کھل رہے ہیں۔ اور بزرگوں کی عظمت ایسی ایسی خدا خوفیوں تحقیقوں نکتہ رسیوں نے لوگوں کے دلوں سے ختم کر دی ہے۔

کاش! کوئی غور کرتا کسی کو سوچنے کی توفیق ملتی کہ کیا ہو رہا ہے۔

اللہ اور رسول یا اللہ پھر رسول

مسئلہ کے عنوان سے اعلیٰحضرت مجدد دین و ملت علیہ الرحمۃ کی تصنیف لطیف "اَلْاَمْنُ وَالْعُلٰی" شریف کی ایک عبارت کو نہایت بددیانتی سے نقل کر کے

اس سے فریب دینے کی مذموم کوشش کی ہے۔ پہلے ناظرین چہل مسئلہ سے وہ عبارت اور ان کی اس پر تنقید ملاحظہ فرمائیں۔ اس کے بعد کتاب مستطاب "الامن والعلےٰ" شریف سے ہم اصل اور پوری عبارت نقل کریں گے۔ تاکہ اچھی طرح ان کے فریب کا پردہ چاک ہو جائے اور ان کی تحقیق کی قلعی کھل جائے، ملاحظہ ہو:۔

(۱) اور اگر کہے کہ اللہ پھر رسول خالق السموات والارض ہیں اللہ پھر رسول رسول ذاتی قدرت سے رازق جہاں ہیں، تو شرک ہوگا۔ (الامن العلےٰ)

فائدہ:۔ دیکھو کس قسم کی فضول توحید ہے، کہ صفت خالقیت و رازقیت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو حق سبحانہٗ وتعالےٰ کے ساتھ شریک کر دیا۔ اس سے تو کفارِ مکہ بھی اچھے ہوئے۔ جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ صفتِ خلق میں کسی کو شریک نہ سمجھتے تھے۔ (چہل مسئلہ)

ناظرین! غور کریں منقولہ بالا عبارت کے شروع میں لفظ اور ہی بتاتا ہے کہ یہ عبارت نقل کرنے میں خیانت سے کام لیا گیا ہے۔ اب کتاب مستطاب "الامن العلےٰ" شریف کی اصل اور پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں!

کیا اگر کوئی یوں ہی کہے کہ اللہ اور رسول خالق السموات والارض ہیں، اللہ و رسول ذاتی قدرت سے رازقِ عالم ہیں جبھی شرک ہوگا۔

اور اگر کہے کہ اللہ پھر رسول خالق السموات والارض ہیں۔ اللہ پھر رسول اپنی ذاتی قدرت سے رازق جہاں ہیں تو شرک نہ ہوگا؟ (الامن العلےٰ شریف)

یعنی دونوں طرح شرک ہوگا۔ یہ عبارت بالکل واضح ہے کسی تشریح کی محتاج نہیں۔

ناظرین! غور فرمائیں کہ ایک معمولی اردو دان بھی سمجھتا ہے، کہ کیا حرف استفہام ہے۔ لیکن ان بزعم خود محققوں نے جملہ استفہامیہ کو خبریہ بنا کر پیش کیا اور جملہ عطفیہ میں صرف معطوف کو نقل کیا ہے۔ معطوف علیہ نقل نہیں کیا اس کی وجہ یا تو ان بچاروں کی قابلیت کی کمی ہے کہ جملہ استفہامیہ اور خبریہ میں بھی فرق نہیں کر سکتے اور نہ ہی جملہ عطفیہ کے مضمون کو سمجھ سکتے ہیں۔ اور یا جانتے سمجھتے عمداً لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے کذب بیانی اور خیانتِ مجرمانہ کا ارتکاب کیا ہے۔ کیا یہی خدا خوفی ہے اور تحقیق اسے کہتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ	اور جو لوگ مومن مردوں اور عورتوں
وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا	کو ایسے کام سے اذیت پہنچاتے
فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا	ہیں جو انہوں نے نہیں کیا تو انہوں نے
مُّبِيْنًا ۝ (الاحزاب)	بہتان اور کھلے گناہ کا بھاری بوجھ اٹھا لیا۔

رب کا مشورہ لینا

پھر مسئلہ ۲ کے عنوان سے اسی الامن العلےٰ شریف سے ایک حدیث کے ترجمے میں سے ایک ٹکڑا نقل کر دیا اور اس پر جو تنقید کی وہ شانِ رسالت میں اس جماعت کی گستاخی کا ایک کھلا ثبوت ہے۔ اصل یہی مرض ہے جس کے یہ مریض ہیں اور ان کا یہی مرض سب مسلمانوں کی دل آزاری کا باعث ہے۔

نیز:۔ ان کی اس تنقید سے ان کی تحقیق کا بھانڈا پھوٹ ہی گیا۔ ملاحظہ ہو!

(۲) بے شک میرے رب نے میری امت کے بارے میں مجھ سے مشورہ

طلب فرمایا۔ (کتاب بالا)

فائدہ ۱:- اس نام کے مجدد نے یہاں اللہ تعالےٰ کی توحید کو مٹاتے ہوئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بہتان باندھا ہے کہ حضورؐ نے معاذ اللہ یہ حدیث میں فرمایا ہے اور دو اماموں (امام احمد و ابن عساکر) کی طرف اس حدیث کی تخریج کو منسوب کر کے ابن حذیفہ صحابی کو اس کا راوی بتلایا ہے، حالانکہ اس نام کا کوئی صحابی نہیں۔ (چہل مسئلہ ۵)

لاحول ولاقوۃ الا باللہ ان جاہل محققوں کو اتنا بھی علم نہیں کہ ابن حذیفہ صحابی رسول ہیں۔ اور ان سے اسی مسند احمد میں دو حدیثیں مروی ہیں۔ لیکن یہ کہتے ہیں، ابن حذیفہ نام کا کوئی صحابی نہیں اور اگر جانتے ہیں تو ایسا کیوں کہا کہ ابن حذیفہ نام کا کوئی صحابی نہیں۔ آگے لکھا ہے!

ہاں ممکن ہے کہ طباعت کی غلطی ہو اور عن حذیفہ ہو اب مسند احمد ص ۴۰۸/۳۸۲/۵ پر اس صحابی کی بے شمار روائتیں موجود ہیں مگر ایسی جھوٹی روایت کا نام و نشان ندارد (چہل مسئلہ)

معلوم ہوتا ہے کہ اس نقل محقق نے کسی سے سن کر یہ لکھ دیا ہے کہ فلاں سے فلاں صفحہ تک اس صحابی کی روائتیں موجود ہیں۔ اور پھر اپنے مفروضات کی دنیا میں مدہوش ہو کر یہ لکھ دیا ہے کہ اس حدیث کا نام و نشان ندارد۔ حالانکہ اسی مسند احمد ص ۴۰۸/۳۸۲/۵ کے درمیان ص ۳۹۳/۵ پر یہ حدیث موجود ہے۔ اور اگر حدیث شریف کو خود دیکھ کر لکھ دیا ہے، کہ یہ حدیث اس کتاب میں موجود نہیں ہے تو یہ بدترین کذب بیانی اور دھوکہ بازی ہے۔

خدا معلوم مسلمانوں کو جان بوجھ کر دھوکہ دینے کی کیا وجہ ہے اور پھر ان کی خدا خوفی ملاحظہ ہو۔ کہ فرمان نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تردید کر کے اسے جھوٹ بتلا

دیا۔ بڑا ہو گستاخی اور شان رسالت سے حسد و عناد کا کہ حق سے محروم کر دیتی ہے بلکہ انسانیت اور تہذیب کا لباس بھی انسان سے اتار دیتی ہے۔ نہ خدا کا خوف چھوڑتی ہے اور نہ قہر رسول۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا

ارشاد خداوندی ہے!

فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ فَزَادَھُمُ	ان کے دلوں میں بیماری ہے ان کی مرض
اللّٰہُ مَرَضًا وَلَھُمْ عَذَابٌ	کو اللہ تعالےٰ نے بڑھا دیا۔ اور ان کے
اَلِیْمٌ بِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ ۝	لئے نہایت دردناک عذاب ہے اس
(البقرہ)	سبب سے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔

جو لوگ ان محققوں پر اعتماد کرتے ہیں ان بچاروں کا کیا ہوگا۔ کاش کہ وہ سمجھیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر

پھر مسئلہ ۳ کے عنوان سے ایک مسئلہ ملفوظات شریف سے نقل کیا ہے۔ اس پر جو تنقید کی ہے وہ جہالت کی ایک دستاویز ہے۔ ملاحظہ ہو۔

(۳) حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا نظیر محال بالذات ہے تحت قدرت ہی نہیں ہو ہی نہیں سکتا۔ (ملفوظات سوم)

فائدہ:- دیکھو کہ اللہ تعالےٰ قادر مطلق کی قدرتوں کو کتنا محدود کر دیا کہ ایک تو محال بالذات مانا اور اس کی تشریح و توضیح کے لئے دو جملے لکھ دیئے حالانکہ بچہ بچہ جانتا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور پھر امکان نظیر کے تسلیم کرنے

میں کون سے عدل و انصاف کا خلاف لازم آتا ہے۔

ھاے! یہ دلائل قطعیہ سے ثابت ہے کہ وقوع نظیر نہیں ہوگا۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ کرنے اور کر سکنے میں بڑا فرق ہے۔

واضح ہو! کہ قرآن مجید میں تو اس مضمون کی کئی آیات موجود ہیں۔ من جملہ ان کے ایک یہ ہے۔

ولئن شئنا لنذھبن بالذی	اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر آپ پر
اوحینا الیک ثم لا تجد لک	وحی بھیجی ہے، سب سلب کر لیں پھر
بہ علینا وکیلا الا رحمۃ	اسکے واپس لانے کیلئے آپ کو ہمارے
من ربک ان فضلہ کان	مقابلے میں کوئی حامی نہ ملے۔ مگر یہ آپ کے
علیک کبیرا ۝	رب کی رحمت ہے کہ ایسا نہیں کیا بیشک
	آپ پر اس کا بڑا فضل ہے۔ (بنی اسرائیل ۱۰۹)

ناظرین! انصاف کریں کہ مصنف چہل مسئلہ نے جو آیت کریمہ لکھی ہے اس کا امکان نظیر سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ حالانکہ وہ لکھ رہا ہے "قرآن مجید میں اس مضمون کی کئی آیات موجود ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے۔" کیا اس کو تحقیق کہتے ہیں؟

نیز:۔ رسول کریم کا نظیر محال بالذات ماننا ان کے نزدیک قابل اعتراض ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کیا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نظیر آپ کے نزدیک ممکن ہے۔ اگر ممکن ہے تو کیا خاتم النبیین کے بعد ایک اور نبی کا آنا جو آپ کی نظیر ہو، آپ لوگوں نے ممکن نہیں مان لیا تو مسئلہ ختم نبوت کہاں گیا؟

نیز:۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ خواص کیا پھر خواص رہیں گے؟

سر دست امکان نظیر پر ہم زیادہ گفتگو کرنے کی بجائے اسی کو کافی سمجھتے ہیں منصف مزاج کو اس سے حق واضح ہو جائے گا بشرطیکہ غور کرے۔

پھر انہوں نے محال بالذات کے تحت قدرت نہ ہونے کو مجدد علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب کیا ہے۔ حالانکہ تفاسیر اور کتب اسلامیہ کا مطالعہ رکھنے والے یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ علمائے اسلام اس اعتقاد کو بیان کرتے چلے آئے ہیں۔ کہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کا معنی ہے کہ اللہ تعالےٰ ممکنات پر قادر ہے۔

تفسیر خازن میں ہے۔ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَیْ مِنَ الْمُمْکِنَاتِ۔

ترجمہ:۔ اور اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ یعنی ان پر جو ممکنات ہیں۔ خازن ۱۳۳/۲

زرقانی شرح مواہب میں ہے:۔

لان القدرۃ انما یتعلق	بے شک قدرت صرف ممکن سے متعلق
بالممکن دون المستحیل ھکذا	ہوتی ہے نہ کہ محال سے اسی طرح قرطبی نے
قال القرطبی فی المفھم	مفہم میں فرمایا اور اسی طرح طیبی تورپشتی
والطیبی والتورپشتی والحافظ	اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اور سیوطی
فی الفتح والسیوطی وغیرھم	اور ان کے ماسوا ائمہ نے کہا۔

(زرقانی علی المواہب۔ ص ۳۵)

اس موضوع پر بہت سے حوالہ جات علمائے اسلام کے ذخیرہ کتب سے پیش کئے جا سکتے ہیں بہر دست انہی دو حوالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

پھر ان محققوں نے وہ دلائل قطعیہ نہیں پیش کئے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وقوع نظیر نہیں ہوگا شاید اس لئے کہ ان سے کہیں امتناع نظیر نہ ثابت ہو جائے ان

کو چاہئے تھا کہ ان دلائل قطعیہ میں سے کم از کم ایک ہی دلیل کو لکھ دیتے تاکہ حق واضح ہو جاتا۔

سورۃ فاتحہ میں مدحت مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء

پھر مسئلہ ۴ کے عنوان سے جو مسئلہ نقل کیا ہے اس پر بھی بچگانہ زیادہ گوئی سے کام لیا ہے۔ ملاحظہ ہو!

(۴) مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ سورۃ فاتحہ و سورۃ اخلاص میں خدا کی ہی تعریف ہے، یا رسول اللہ کی بھی، بینوا توجروا؟

الجواب!

سورۃ فاتحہ میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح مدح ہے۔

آگے چل کر لکھا ہے:۔

شیخ محقق نے اخبار الاخیار میں بعض اولیا کی ایک تفسیر بنائی ہے جس میں انہوں نے ہر آیت کو نعت کر دیا ہے۔ اس میں سورۃ اخلاص بھی داخل ہے۔ (احکام شریعت ص۲)

فائدہ ۱:۔ دیکھا کیسا سوال تھا اور کیسا جواب جاہل سے جاہل بھی جانتا ہے کہ سورۃ فاتحہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح مدح کہیں بھی نہیں۔ ہاں صراط مستقیم کی تفسیر میں اتباع نبوی بھی داخل ہے۔ مگر اس کو صریح مدح نہیں کہا جاتا۔ جیسے کہ نام کے مجدد نے کہا ہے۔ (چہل مسئلہ ۱۰)

ان نام کے محققوں کے نزدیک اتباع نبوی کی تاکید اور اس کے لئے دعا کا

سکھایا جانا شائد صریح مدح نہیں۔ لیکن ایک ادنیٰ مسلمان بھی اس کو صریح مدح کہے گا جس پاک ہستی کی اتباع کی تاکید ہو اور اس کی اتباع کی توفیق اللہ تعالےٰ سے مانگنے کی خود اللہ تعالےٰ تعلیم دے کیا یہ اس پاک ہستی کے لئے صریح مدح نہیں ہے؟

یہ صریح لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

آگے شیخ محقق علیہ الرحمۃ کے ایک ولی اللہ کی تفسیر کے حوالے سے ہر آیت کو نعت کہنے پر بھی ان خدا خوفوں نے بدترین الفاظ سے تردید کی ہے۔ ملاحظہ ہو!

وہ ولی صاحب سکر و استغراق ہونگے اور اس کی پیروی حرام ہے اور اس فعل حرام کی تائید کرنے والا مجرم ہے۔ (چہل مسئلہ ۱۱)

بھلا ہو بے ادبی اور گستاخی اور بزرگوں کی شان سے عناد اور حسد کا کہ ایمان و حیا کے ساتھ ساتھ ہوش و خرد کو بھی سلب کر لیتا ہے۔ دیکھو کہ ایک بزرگ ولی اللہ جس کو انہوں نے خود صاحب استغراق کہا ہے۔ اس کی پیروی کو حرام اور تائید کرنے والے کو مجرم قرار دیا ہے۔ کیا توحید باری اور دیگر احکام اسلام جو کہ تعلیمات نبویہ ہیں۔ ان سے نعت رسول اخذ کرنا فعل حرام ہے۔ یا ان سے نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو نکالنا جرم ہے؟

حالانکہ فطرت پر مبنی احکام اسلام کی تعلیم اور توحید باری اور نظام خداوندی کی تصویر جو آپ نے پیش کی ہے وہ آپ کی بہت بڑی نعت ہے۔

شان رسالت سے حسد نے ان کو کیسا اندھا بہرہ کر دیا ہے جہاں ادب چاہئے وہاں بھی یہ باچھیں پھاڑ کر زیادہ گوئی کرنے سے باز نہیں آتے۔ ع

بے ادب محروم ماند از لطف رب

اولیا اللہ کا کئی جگہ حاضر ہونا

پھر مسئلہ ۵ کے عنوان سے ملفوظات شریف حصہ اول کی دو جگہ سے عبارت نقل کی ہے۔

الف اور ب دو شقیں بنا کر اور اس پر جو تنقید کی ہے وہ ان کی جہالت قرآن حکیم اور علمائے امت کی کتابوں بلکہ خود راہ نمایان دیوبند کی تحریروں سے بے خبر اور بالکل کورا ہونے کی دلیل ہے۔ ملاحظہ ہو۔

(۵) الف :- عرض اولیاء ایک وقت میں چند جگہ حاضر ہونے کی قوت رکھتے ہیں۔

ارشاد :- اگر وہ چاہیں تو ایک وقت میں دس ہزار شہروں میں دس ہزار جگہ کی دعوت قبول کر سکتے ہیں۔ (ملفوظات حصہ اول)۔

فائدہ :- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدائی اختیارات دینے کے بعد اب یہ نام کا محمد دیگر لوگوں کو بھی حق تعالیٰ کا شریک مانتا ہے۔ چنانچہ اس جواب سے صاف ظاہر ہے کہ ایک ایک ولی ہزاروں جگہ حاضر ہو جاتا ہے۔ (چہل سوال)

ناظرین! ذرا غور کریں ان متعصبوں کی توحید کیسی عجیب ہے کہ کسی کو ہزاروں جگہ حاضر ماننا خدا تعالیٰ کے ساتھ شریک بنا دینا ہے۔ یہ مجمل سی بات کتنی جاہلانہ ہے حالانکہ قرآن کریم میں ہے۔

اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ (الایۃ)	بیشک شیطان اور اس کا قبیلہ تمہیں دیکھتا ہے جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھتے۔

اس آیت کا ہر انسان مخاطب ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

ان الشیطان یبلغ من الانسان مبلغ الدم

بیشک شیطان انسان کے اندر وہاں تک پہنچتا ہے جہاں تک خون پہنچتا ہے، یا خون کی طرح شیطان انسان کے اندر چلتا ہے۔ (بخاری ص ۲۷۲ ج ۱)

دوسری روایت کے یہ الفاظ ہیں۔

فان الشیطان یجری من احدکم مجری الدم۔ (مشکوٰۃ ۲۶۹)

کیا شیطان کو اس طرح ماننا کہ ہر انسان کو وہ دیکھتا ہے اور ہر انسان کے خون کے راستوں میں چلتا ہے، شرک ہے؟

یاد رہے کہ شیطان فساد و شر کی قوت رکھتا ہے اور خداوند کریم نے اس کو ایسا ہی بنایا ہے۔

یہ لوگ قرآن و حدیث سے کتنے کورے ہیں کہ کتاب و سنت کے مضامین کو بھی شرک کہہ دیا۔

نوٹ :- آصف بن برخیا کا واقعہ قرآن کریم میں ہر مسلمان کے علم میں ہے کہ بلقیس ملکہ سبا کا بہت بڑا تخت انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں پلک جھپکنے سے پہلے لا کر رکھ دیا۔ اور اس بات کی کوئی تصریح نہیں کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ سے غائب ہو گئے تھے۔ بلکہ اتنے قلیل وقت میں بشری طاقت سے آنا جانا متصور نہیں۔

قرآن کریم کے بعض الفاظ یہ ہیں۔

انا آتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک فلما رآہ مستقرًا	میں آپ کے پاس اس تخت کو آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے

عندہٗ (الآیۃ) النمل لادیتا ہوں۔

پھر آپ نے جب اس کو اپنے پاس پڑا ہوا دیکھا تو اللہ تعالےٰ کی عنایت پر خداوند کریم کا شکر بجالائے۔

یہ خداوند کریم کے ایک مقبول بندے کی قرآن حکیم نے شان بیان فرمائی ہے۔ اور صحیح بخاری کی حدیث شریف میں حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے کہ اے بلال میں نے جنت میں اپنے آگے آگے تیرے جوتوں کی آہٹ کو سنا۔ حالانکہ ان کا اس وقت زمین پر موجود نہ ہونا کہیں مذکور نہیں۔

ظاہر ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ دونوں جگہ موجود تھے۔ اور علمائے امت کی معظم تصانیف میں سے اس وقت جو میرے پاس ہیں، صرف ان کے حوالہ جات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ بہت سی کتب میں یہ مسئلہ موجود ہے کہ مقبولانِ الٰہی ایک وقت میں کئی جگہ موجود ہو جاتے ہیں۔

زرقانی علی المواہب مصری ص ۲۹۵، ۲۹۶ ج ۵ میں کئی واقعات لکھے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی لوگوں نے ایک آن میں زمین کے مختلف مقامات پر زیارت کی اور اس کی وجہ علامہ نے ..... علامہ زرکشی علیہ الرحمۃ سے نقل بھی کی ہے۔

اور ایک وجہ خود بھی علامہ زرقانی علیہ الرحمۃ نے لکھی ہے جس سے ہر قسم کے شبہات دُور ہو جاتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میرے پاس یہ سوال آیا کہ دو آدمیوں نے عورت کی طلاق کی قسم کھائی اور ہر ایک نے یہ کہا کہ شیخ عبدالقادر طشطوطی یا

(شیوطی) علیہ الرحمۃ نے فلاں رات میرے پاس گذاری۔ بظاہر رات ایک کے پاس گذاری ہوگی۔ لیکن اسی رات کے لئے قسم دونوں نے کھائی اور دونوں کے مقامات میں کافی مسافت ہے تو دونوں میں سے کس کی عورت پر طلاق ہوئی۔ میں نے شیخ کے پاس ایک قاصد بھیجکر یہ بات دریافت کی تو شیخ نے جواب میں فرما بھیجا کہ اگر چار آدمی بھی ایک رات کے متعلق قسم کھالیں کہ میں نے ان کے پاس رات گذاری ہے اگرچہ ان کے مقامات کے درمیان کتنی مسافت ہو تو سبھی سچے ہوں گے اور کسی عورت کو طلاق نہ ہوگی۔ جب شیخ کا جواب آیا تو میں نے فتویٰ دیا کہ دونوں آدمی سچے ہیں، کسی کی عورت کو طلاق نہیں ہوئی۔ (الحادی مصری ص ۳۳۵ ج ۱)

پھر اس کے بعد امام سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں، کہ اس سوال کا مجھ سے پہلے بھی بڑے بڑے علماء یہی جواب دے چکے ہیں۔ پھر اُن میں سے امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے خاص طور سے بارہ علمائے کرام کے نام ذکر فرمائے ہیں۔

نیز:- اس کے وقوع پر کئی واقعات بطور شہادت پیش کئے ہیں۔ (الحادی مصری ص ۳۳۶ ج ۱ تا ۳۴۳)

سیدنا ابوالعباس، سید احمد بدوی الشریف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

الدنیا کلہا خطوۃ عند اولیاء اللہ ط

(طبقات کبریٰ للشعرانی مصری ص ۱۶۳ ج ۱)

ترجمہ:- دنیا ساری کی ساری اولیاء اللہ کے نزدیک ایک قدم ہے۔

امام احمد ابوالعباس المرسی فرماتے ہیں!

الطی الارض لعامۃ ھذہ الطائفۃ ان تطوی لھم الارض

من مشرقها الی مغربها فی نفس واحدۃ ۵ (الطبقات الکبرٰی للشعرانی صـ ۱۲/۲)

ترجمہ:۔ طی اصغر عامہ اولیاء اللہ کو حاصل ہے۔ وہ یہ ہے کہ زمین مشرق سے مغرب تک ایک سانس میں ان کو طے کرا دی جاتی ہے۔

امام شعرانی علیہ الرحمتہ نے ایک آن میں متعدد جگہوں میں مقبولانِ الٰہی کے موجود ہونے پر واقعہ معراج سے استدلال کیا ہے۔ اور پھر سیدنا حضرت ابراہیم الدسوقی علیہ الرحمتہ کا واقعہ لکھا ہے۔ کہ انہوں نے ایک جمعہ ایک ہی آن میں پچاس جگہ پر پڑھایا۔ اور اس کے علاوہ بزرگانِ دین کے کئی واقعات ذکر فرمائے ہیں۔ (درر الغواص صـ ۱۶۴-۱۶۶)

کیا ان محدثین دائمہ اعلام اور بزرگان دین نے اولیاء اللہ کو ایک وقت میں کئی جگہ حاضر مان کر حق تعالےٰ کے علم و قدرت میں شریک ٹھہرالیا ہے؟ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

اب خود ان محققوں کے رشید احمد گنگوہی صاحب کی ایک تحریر ملاحظہ فرمائیے۔

مرید اس بات کا یقین رکھے کہ شیخ کی روح ایک جگہ پر مقید نہیں۔ (امداد السلوک صـ ۲۴)

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں!

بنا بر قواعد تصوف یہ ممکن ہے کہ جسم عنصری ملکوت میں پہنچا ہوا اور جسم مثالی ناسوت میں رہا ہو (حاشیہ نشر الطیب صـ ۲۷)

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات زمین پر بھی رہے اور عالم ملکوت پر بھی گئے۔ دونوں جگہ حاضر رہے ایک جگہ جسم عنصری سے دوسری جگہ جسم مثالی سے۔

مولوی اشرف علی صاحب جمال الاولیا میں لکھتے ہیں کہ شیخ محمد حضری مجذوب علیہ الرحمتہ نے ایک دفعہ تیس شہروں میں ایک آن میں خطبہ اور نماز جمعہ ادا کیا اور کئی شہروں میں ایک ہی شب میں شب باش ہوتے تھے۔

(جمال الاولیا صـ ۱۸۸)

ناظرین! انصاف کریں کہ جو مسئلہ آج تک اُمتِ مسلمہ میں مسلّمہ چلا آیا ہے۔ بلکہ اکابر دیوبند رشید احمد گنگوہی، اشرف علی تھانوی جمیل احمد تھانوی وغیرہم کا بھی مانا ہوا ہو۔ آج ان نقلی محققوں کی تحقیق میں وہ شرک بن گیا ہے۔ یہ لوگ بزرگانِ دین کی کتب سے بھلا کیا تحقیق کریں گے، جب کہ اپنے اکابر کی تصریحات تک بھی رسائی حاصل نہیں کر سکے۔ آگے چہل مسئلہ میں "اگر وہ چاہیں" سے عجیب نتیجہ اخذ کیا ہے۔

ملاحظہ ہو!

اگر وہ چاہیں کے جملہ سے بتلا دیا کہ کرامت ان کا اختیاری و ذاتی فعل ہے۔

(چہل مسئلہ صـ ۱۱)

العیاذ باللہ۔ یہ نتیجہ اخذ کرنا کتنا مضحکہ خیز ہے۔ گویا کسی کا یہ کہنا کہ "اگر میں چاہوں تو ایسا کر دوں" یا "اگر فلاں چاہے تو ایسا کر دے"۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ اس کا اختیاری اور ذاتی فعل ہے۔ خدا تعالےٰ کا کچھ دخل نہیں رہ جاتا۔ اس طرح تو ہر انسان مشرک ہوا۔ کیونکہ دن میں کئی معاملات میں ایک ہی کئی مرتبہ یہ لفظ بولتا ہے۔ دیکھو کیسی اکٹی تحقیق ہے اور اکٹی مت۔

حالانکہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ — اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ تعالےٰ چاہے۔

یعنی انسان اللہ تعالےٰ کے چاہنے سے چاہتا ہے۔ ذاتی فعل کیسے بن گیا۔
یہ لفظ بعض ولیوں کے حوالے سے خود ان کی کتابوں میں موجود ہے۔ ملاحظہ
ہو!

محمد بن عثمان علیہ الرحمتہ کے تذکرہ میں ہے کہ اگر میں چاہتا تو خداوند تعالےٰ کی مدد
سے اس آٹے سے سارے شہر کو روٹیوں سے بھر دیتا۔ (جمال الاولیا ص۱۹۴)

اسی کتاب میں ایک اور جگہ ہے:۔

سید علی صاحب نے ان سے کہا تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو
جس کے ہاتھ میں عالم وجود کی چکی ہو جدھر چاہے گھما دے۔ (کتاب بالا ص۱۶۰)

کیا اس چاہے کے لفظ سے ذاتی فعل بتلایا گیا۔ کتنی جاہلانہ بات ہے۔ جو کہ کچھ
لکھنے کے شوق میں اندھے ہو کر لکھ دی ہے۔

کرشن گنہیا سے منسوب قصہ کے بیان میں خیانت

پھر آگے چہل مسئلہ ص۱۲۲ پر کرشن گنہیا کے متعدد جگہ حاضر ہونے کو اعلیحضرت علیہ الرحمتہ
کے ملفوظات شریفہ سے نقل کر کے لکھا ہے۔ "کہ ایک کافر کو بھی حاضر ناظر ہونے
کا مصداق ٹھہرا رہا ہے۔ دیکھا کہ کافروں کو بھی عالم الغیب اور حاضر ناظر مان لیا گیا۔"
حالانکہ یہ بدترین فریب ہے۔ کیونکہ اعلیحضرت علیہ الرحمتہ نے سیدنا میر عبدالواحد
بلگرامی علیہ الرحمتہ کی تصنیف لطیف سبع سنابل شریف سے مخدوم شیخ ابوالفتح جونپوری
علیہ الرحمتہ کا واقعہ اور انہی کا ارشاد نقل کیا ہے جس سے ولیوں کا ایک وقت میں متعدد
جگہ حاضر ہونے کا ذکر ہے۔ مخدوم صاحب نے اس کے بعید سمجھنے والوں کے تعجب

کو اس طرح رد کیا ہے کہ کرشن کے متعلق بھی یہ مشہور ہے اور تم ولیوں کے اس طرح موجود
ہونے کو کیوں بعید جانتے ہو۔ ان بچارے فرضی محققوں کو شائد اتنا بھی پتہ نہیں کہ کسی
کے اپنے قول میں اور دوسرے سے نقل کرنے میں فرق ہوتا ہے۔

لطیفہ:۔ یاد رہے کہ کرشن کا کئی سو جگہ موجود ہونے کا واقعہ مولوی محمد علی سابق ناظم
ندوہ نے (جو دیوبندی مسلک کا ہمنوا ادارہ ہے) اپنی تصنیف ارشاد رحمانی میں نقل
کیا ہے۔ پہلا وہ کافر کو عالم الغیب ماننے والا ہوا۔ ع

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

ہم بستری میں غلطی کی اصلاح

اعلیحضرت علیہ الرحمتہ نے سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ایک واقعہ
کا خلاصہ اپنے ملفوظات شریف میں لکھا ہے۔ جس میں انہوں نے اپنے مرید سیدی احمد
سلجماسی کو ایک بیوی کے سامنے دوسری بیوی سے ہمبستر ہونے پر تنبیہ فرمائی ہے۔
یہ واقعہ الابریز میں ہے اور اس واقعہ سے اعلیحضرت علیہ الرحمتہ نے شیخ کے اپنے مرید
کے ساتھ رہنے پر استدلال فرمایا ہے۔ یہ روحانی احوال میں سے ہے۔ اس پر طعن یا
انکار ان لوگوں کا حصہ ہے جو روحانی احوال سے بے خبر ہیں۔

شیخ کامل کا یہ کمال خود ان فرضی محققوں کے اکابر کی کتابوں میں موجود ہے۔ ملاحظہ
ہو!

مرید اس بات کا یقین رکھے کہ شیخ کی روح ایک جگہ پر مقید نہیں۔ بلکہ
جس جگہ مرید ہوگا، قریب ہوگا یا بعید اگرچہ شیخ کی ذات بعید ہو۔ لیکن اس

کی روحانیت سے دُور نہیں ..... یقیناً شیخ کی روح اللہ کے حکم سے
اس کو بتلائے گی۔ (امداد السلوک ص۲۷)

نوٹ:- اہل علم یہ جانتے ہیں کہ ناقل کے ذمہ نقل کو صحیح ثابت کرنا ہے۔ ناقل پر کوئی طعن نہیں کیا جا سکتا۔ مگر اس کے باوجود ان خدا خوف دیانتداروں کی خدا خوفی ملاحظہ ہو! اسی پہلی مسئلہ ص۱۳ پر لکھا ہے۔

ان بریلویوں کے علم غیب کی انتہا کہاں ہے۔ مرید کی ہمبستری کے وقت ان کے پیر و مرشد حاضر ہوتے ہیں اور سب واقعہ دیکھتے رہتے ہیں ..... ان کو ذرہ شرم نہ آئے بلکہ اس کمال کو بیان کریں۔

ناظرین:- دیکھا آپ نے ان دیوبندیوں کی تہذیب کو کہ وہ بزرگ جس کی ولایت سب کے نزدیک مسلم ہے اس کے حق میں تہذیب اور اخلاق سے گرے ہوئے یہ الفاظ کس بے شرمی اور عاقبت نااندیشی سے بولے گئے ہیں۔

روحانیت کے شہسوار۔ مرید کی ہر حالت میں تربیت کرنے والے اپنے وقت کے غوث سیدی عبدالعزیز دباغ علیہ الرحمۃ کے متعلق یہ الفاظ کتنے غلاظت اور کور باطنی اور نفسانی شہوات کی بدبو سے بھرے ہوئے ہیں۔

یہ مسئلہ ہم نے خود ان کی کتابوں سے نقل کر دیا ہے۔ اب انصاف ہم ناظرین پر چھوڑتے ہیں۔

بزرگوں کے ایسے واقعات پر اعتراض اور طعن کرنا ان حرمان نصیب انسانوں کے حصہ میں آتا ہے۔ جو عنایات ربانی سے محروم ہوں۔ اور جن کی کور باطنی اور نفسانی خواہشات کی غلاظتوں کے دبیز پردے ان کے آئینۂ دل پر چھا چکے ہوں۔

گذشتہ سطور میں یہ مسئلہ ہم نے خود ان کی کتابوں سے نقل کر دیا ہے۔ اب انصاف ہم ناظرین پر چھوڑتے ہیں۔

نوٹ:- علم ہونے اور پاس حاضر ہو کر مطلع ہونے میں کیا یہ توجیہ نہیں ہو سکتی کہ فرشتوں کی طرح انہوں نے ادھر سے نظر ہٹالی ہو۔ کیا فرشتے ہم بستری اور اس کے جائز و ناجائز ہر قسم کے احوال کو باوجود جدا ہونے کے آدمی کے اعمال نامے میں لکھتے ہیں؟ اگر وہ جدا ہو جانے کے باوجود سب کچھ لکھتے بھی ہیں تو یہ توجیہہ اس خدا رسیدہ بزرگ کے حق میں کیوں نہیں کی گئی۔ اور جھٹ طعن طرازی کی عادت کو پورا کر لیا ہے۔ اس کا سبب حرمان نصیبی نہیں تو اور کیا ہے۔ حالانکہ ان محققوں کے اپنے مولوی اشرف علی تھانوی نے ایک مرید کے سوال کے جواب میں لکھا ہے۔ کہ ان لوگوں کے احوال عقل و نقل دونوں سے بالاتر ہیں۔ (النور بابت ماہ رمضان ۱۳۴۲ھ ص۲۵)

ع تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

یہ حقیقت ہے کہ یہ واقعہ بالکل بے غبار ہے۔ بُرا ہو گستاخی بے ادبی اور بزرگوں کی شان سے حسد کا کہ ہر بات میں ٹانگ اڑانے اور نکتہ چینی پر السنان کو مجبور کر دیتی ہے۔

پھر مسئلہ ۶ کے عنوان سے ملفوظات شریف حصہ اول سے حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ کا واقعہ نقل کر کے اس پر جو یاوہ گوئی کی ہے وہ ان کی جہالت بد تہذیبی اور بزرگوں کی شان میں گستاخی کی۔ اپنی جگہ پر ایک مکمل دستاویز ہے۔ ملاحظہ ہو!

یا اللہ اور یا جنید اور اس کے بیان میں خیانت

(۶) ملفوظات ص۔ جلد اول میں حضرت جنید بغدادی کے دجلہ کے پار بغیر کشتی کے گذرنے کا قصہ ہے جنہوں نے ایک دوسرے شخص کو بجائے یا اللہ کے یا جنید یا جنید کہنے کی تعلیم دی تھی۔ اس کے آخیر میں یہ عبارت ہے۔ شیطان لعین نے دل میں یہ وسوسہ ڈالا۔ کہ حضرت خود تو یا اللہ کہیں اور مجھ سے یا جنید کہلواتے ہیں۔ میں بھی یا اللہ کیوں نہ کہوں۔ اس نے یا اللہ کہا اور ساتھ ہی غوطہ کھایا۔ پکارا حضرت میں چلا۔ فرمایا وہی کہیے یا جنید! یا جنید جب کہا دریا سے پار ہوا۔ عرض کی حضرت یہ کیا بات تھی۔ آپ یا اللہ کہیں تو پار ہوں اور میں یا اللہ کہوں تو غوطہ کھاؤں۔ فرمایا! ارے نادان ابھی تو جنید تک پہنچا نہیں۔ اللہ تک رسائی کی ہوس ہے۔ اللہ اکبر!

فائدہ:۔ یہ ہے کفر کی تعلیم کیا یہی توحید اسلامی ہے۔ کیا کامل تو اللہ تعالےٰ کو پکارے اور ناقص غیر اللہ کو۔ کیا کتاب وسنت میں بھی معاذ اللہ ایسی واہیات اشیاء ہیں۔ حاشا وکلا پھر سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی جو سلسلۂ صوفیہ کے مشہور امام ہیں۔ ان پر کیسی تہمت لگادی (چہل مسئلہ ۱۳۰۔۱۴۰)

ملفوظات شریف کی عبارت نقل کرنے میں انہوں نے جو خیانت کی ہے شائد اس کی یہ وجہ ہو کہ مجدد علیہ الرحمتہ پر طعن کرنے کے لئے اس طرح میدان صاف ہو جائے گا۔ خدا معلوم ان کا ضمیر اس قسم کی حرکتوں پر ان کو ملامت کیوں نہیں کرتا۔ اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

عرض! حضور یہ واقعہ کس کتاب میں ہے کہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی نے یا اللہ فرمایا اور دریا سے پار اتر گئے۔ پورا واقعہ یاد نہیں!

ارشاد:۔ غالباً حدیقہ ندیہ میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیدی جنید بغدادی رحمۃ اللہ

علیہ دجلہ پر تشریف لائے آگے پورا واقعہ ہے۔ (ملفوظات شریف حصہ اول)

غور فرمائیں کہ مجدد علیہ الرحمتہ سے سائل نے یہ سوال کیا کہ حضرت جنید بغدادیؒ کا یہ واقعہ کس کتاب میں ہے۔ دوسرا یہ کہ پورا واقعہ کس طرح ہے۔ آپ نے اس کے جواب میں کتاب کا نام بھی بتایا اور پورا واقعہ بھی ارشاد فرمایا۔

اہل علم جانتے ہیں کہ ناقل کے ذمہ نقل کا صحیح ثابت کرنا ہے۔ نقل کے مضمون کو ناقل کے طرف منسوب کرنا جہالت اور فریب ہے۔ نقل کے مضمون کی نسبت اس شخص کی طرف ہوتی ہے جس کا وہ مضمون ہو۔ اور اس سے دوسرے لوگ نقل کریں۔

حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمتہ کی یہ کرامت حدیقہ ندیہ سے آپ نے نقل فرمائی ہے۔ شائد ان کو کرامت کے مضمون سے اختلاف ہے۔ اس لئے مبہوتی کے عالم میں اعلیٰحضرت علیہ الرحمتہ پر یہ طعن کر دیا ہے کہ آپ نے حضرت سید الطائفہ پر تہمت لگادی ہے۔ معاذ اللہ۔

اور کچھ نہ سوچا کہ آپ تو دوسری کتاب سے نقل فرما رہے ہیں۔ یہ تہمت ہے یا جو کچھ بھی ہے اس کے ذمہ دار وہ ہیں جنھوں نے اس واقعہ کو پہلے بیان کیا۔ کیسے اندھے محقق ہیں یہ دیوبندی جن کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ ناقل کی طرف نقل کا مضمون منسوب نہیں کیا جاتا۔

رہا اس واقعہ کو کفر کی تعلیم اور واہیات شئے کہنا یہ ان کی روائتی بدتہذیبی اور بزرگوں کی شان میں گستاخی ہے جو انہی کا حصہ ہے۔

اس پر مزید گفتگو مسئلہ نمبر سات کے ذیل میں کی جائے گی۔

استغاثت میں یاغوث

مسئلہ ۷ یہ نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو!

(۷) جب کبھی میں نے استعانت کی یاغوث ہی کہا، ایک درگیر محکم گیر

(ملفوظات حصہ سوم)

اور اس کے نیچے چہل مسئلہ صفحہ ۱۴۵، ۱۵ پر وظیفہ کریمیہ کے حوالہ سے وہ وظیفہ نقل کیا جس میں یاغوث بھی ہے اور پھر اسی پر اپنی عادت کے مطابق یاوہ گوئی کی ہے۔

حیرت ہے ان نقلی محققوں کو اتنی شرم بھی نہیں کہ اللہ کے مقبولوں کو پکارنا... حدیث پاک میں بھی ہے۔ اور علمائے امت اور بزرگان اسلام کے ملفوظات اور ان کی تحریروں میں بھی موجود ہے۔ اور یہ اس کو کفر کی تعلیم اور واہیات شئے بتلا رہے ہیں۔ بلکہ ان کو اکابر دیوبند کی تصنیفات تک بھی رسائی نہیں ہوئی۔ انہوں نے بھی مقبولان الٰہی جن کو یہ لوگ غیر اللہ (کہتے ہیں) کو پکارا ہے خدا معلوم یہ محقق کس طرح بن گئے۔ اور ان کی خداخوانی کے کیا معنی ہیں جس کو یہ کفر کی تعلیم اور واہیات شئے کہہ رہے ہیں وہ خود حدیث شریف میں موجود ہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں سُن ہو گیا تو صحابہ نے ان کو یہ تدبیر بتائی کہ جو سب سے زیادہ محبوب ہو اس کا ذکر کرو تو انہوں نے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہا تو پاؤں ٹھیک ہو گیا۔ (تحفۃ الذاکرین للشوکانی مصری صفحہ ۲۳۹)

شوکانی نے اس کو نہایہ اور کتاب الاذکار للنووی اور ابن سنی اور مجاہد اور امام بخاری کے شیخ ابراہیم ابن المنذر حزامی سے نقل کیا۔

کیا صحابہ کرام کا قول و فعل بھی ان خداخوانوں کے نزدیک تعلیم کفر اور واہیات شئے ہے۔

ولاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

شیخ محقق علیہ الرحمۃ حضور غوث پاک علیہ الرحمۃ کے ملفوظات شریف میں نقل کرتے ہیں۔

ہر کہ استعانت کند بمن در کرتے کشف کردہ شود آں کربت از دو ہر کہ بنامی کند بنام من در شدتے کشادہ شود آں شدت از دو (اخبار الاخیار صفحہ ۱۹)

ترجمہ:- جو شخص کسی پریشانی میں مجھ سے مدد مانگے تو اس سے وہ پریشانی دور ہو جائے گی۔ اور جو شخص کسی سختی میں میرے نام کی دہائی دے، اس کی وہ تنگی اور سختی دور ہو جائے گی۔

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں!

دستگیری کیجئے میرے نبی — کشمکش میں تم ہی ہو میرے ولی
جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ — اے میرے مولا خبر لیجئے میری

(نشر الطیب صفحہ ۱۴۶)

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی لکھتے ہیں!

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں قاسم بے کس کا کوئی حامی کار (قصائد قاسمی صفحہ ۵)

مولوی ذوالفقار علی دیوبندی حاجی امداد اللہ صاحب کو پکارتے ہیں!

یا سیدی اللہ شیاءً انتے
انتم لی المجدی دانی جادی

ترجمہ:- اے میرے سردار خدا کے واسطے کچھ عطا ہو، بیشک آپ میرے واسطے جود کرنے والے ہیں اور میں سائل ہوں۔ (کرامات امدادیہ ص۳)

ان محققوں کا دماغ ٹھکانے لانے کے لئے ابھی ہم ان ہی حوالہ جات کو کافی سمجھتے ہیں باقی محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ اگر ضرورت پیش آئی تو وہ بھی پیش کئے جائیں گے۔

اب انصاف ہم ناظرین پر چھوڑتے ہیں کہ جو مسلہ دیوبندیوں اور اہلسنت کے درمیان آج تک متفقہ چلا آرہا ہے ان محققوں نے اسے بھی اختلافی بنا دیا ہے جن کے اکابر اس پر عمل کریں۔ ان کو کیا یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ یہ واہیات شئے اور کفری عمل ہے؟ اور اگر واقعی یہ کفری تسلیم اور واہیات شئے ہے ان کے بڑے کیا کرتے رہے ہیں۔ بیچارے اکابر دیوبند کو کیا پتہ تھا کہ جو بنیاد ہم رکھ کر جارہے ہیں۔

اس پر عمارت بنانے والی ہماری سپوت نسل کفر و شرک کے فتووں کی نشانہ بازی کی مشق ہم پر بھی کرے گی۔ اس جماعت کا کردار کہاں تک صاف ہے اندازہ کریں۔

اسی طرح ان محققوں نے سیدنا حضور غوث الاعظم علیہ الرحمتہ کی بعض شانوں کے واقعات پر بھی طعن کیا ہے جو کہ اعلحضرت علیہ الرحمتہ نے الامن والعلے کے حاشیہ اور فتاوی افریقہ میں ذکر فرمائے ہیں۔

حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ واقعات بیان کرنے والا کسی سے نقل کر کے بیان کرتا ہے۔ نقل کرنے والے کی طرف واقعہ کو منسوب کرنا یہ فریب کارانہ چال کئی جگہ ان لوگوں نے چلی ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ لوگ تسلیم کر چکے ہیں کہ حقائق سے ان کا دامن خالی ہے۔ محض فریب اور کذب بیانی کے تنکوں سے بنائی ہوئی جھونپڑی میں پناہ

لے کر گذر بسر کر رہے ہیں۔

حضور غوث پاک علیہ الرحمتہ کے دوش مبارک پر شب معراج رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں انور رکھ کر براق پر سوار ہونے یا عرش معلی کے نیچے کی منزل کو طے کرنے پر بھی طعن کیا ہے۔ طعن کے بعض الفاظ یہ ہیں۔

فائدہ:- اب دیکھو کہ چھٹی صدی کے ایک بزرگ کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔ (چہل مسئلہ ص۱۵)

حالانکہ بعینہ اسی طرح کا شب معراج میں امام غزالی علیہ الرحمتہ کا واقعہ ان کی اپنی کتابوں میں موجود ہے۔

یاد رہے کہ امام غزالی علیہ الرحمتہ کئی صدیاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بعد ہوئے واقعہ یہ ہے۔

منقول ہے کہ شب معراج کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقی ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے استفسار کیا۔ فرمایا کہ "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" جو آپ نے فرمایا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ حضرت حجتہ الاسلام امام غزالی حاضر ہوئے اور سلام باضافہ الفاظ یہ کاتہ، ومغفرتہ وغیرہ عرض کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یہ کیا طوالت بزرگوں کے سامنے کرتے ہو۔ امام غزالی نے عرض کیا۔ آپ سے حق تعالے نے صرف اس قدر پوچھا۔ وما تلك بيمينك يموسى تو آپ نے کیوں جواب میں اتنا طویل دیا کہ هي عصاي اتوكأ عليها واهش بها على غنمي ولي فيها مآرب اخرى۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! أدب يا عزالي (شمائم امدادیہ ص۴۰)

اگر یہ واقعہ کئی صدیاں بعد میں پیدا ہونے والے امام غزالی علیہ الرحمۃ کا شب معراج میں صحیح ہے تو غوث الاعظم علیہ الرحمۃ کا واقعہ جس میں آپ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنے کا ذکر ہے۔ کیوں قابل اعتراض ہے؟

جس نے فریب دہی کو اپنا مشغلہ بنالیا ہو اس کو تحقیق سے کیا واسطہ، ورنہ جس قسم کا واقعہ ان کے اپنے مسلمات میں ہے۔ اسی قسم کے واقعہ سے دوسرے پر اعتراض کرنا کس مقصد کے لئے ہے؟ اور کس ضمیر کا کام ہے؟

حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کے واقعہ میں اس آدمی کا یا جنید چھوڑ کر یا اللہ کہنے پر غوطہ کھانا آپ کے حق میں اس کی بدگمانی کی بنا پر آپ کے یا اللہ کہنے کی وجہ سے ہوا جس پر آپ نے ان الفاظ کے ساتھ تنبیہ فرمائی کہ جنید تک پہنچا نہیں اللہ تک پہنچ رسائی کی ہوس ہے۔

بندگانِ خدا کے ساتھ بدگمانی اور بداعتقادی رکھ کر اللہ تعالےٰ تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ آداب سلوک سے واقفیت رکھنے والوں پر یہ بات روشن ہے ان محققوں کو اپنے بڑوں کی تحریروں کا بھی علم حاصل نہیں۔ یہ مسئلہ بھی ان کی اپنی کتاب سے پیش کیا جاتا ہے کہ شائد اپنی کتاب کے حوالے سے ان کو ہدایت نصیب ہو۔

احترام باطنی یہ ہے کہ شیخ پر کسی بات سے انکار نہ کرے اور ظاہر کی طرح باطن میں بھی قولاً، فعلاً، حرکتہً، سکوناً ان کی رعایت رکھے۔ ورنہ منافق ہو جائے گا۔

(امداد السلوک گنگوہی ص۱۰۱)

کپڑا منگل کے دن قطع کرنے کے نقصان

مسئلہ ۸۔ یہ نقل کیا ہے:۔

(۸) حضرت مدظلہ الاقدس کے واسطے کپڑے سلوانے تھے۔ سلطان حمید خان نے عرض کیا درزی کو دے دیجئے جائیں۔ ارشاد آج منگل کا دن ہے۔ جس کی نسبت مولےٰ کل کرم اللہ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے کہ جو کپڑا منگل کے دن قطع ہو وہ جلے گا یا ڈوبے گا یا چوری ہو جائے گا۔

اس پر بھی حسب عادت جاہلانہ اور فریب کارانہ طعن کیا ہے۔ جو چنداں قابلِ التفات نہیں۔ اگر ضرورت پیش آئی تو ہم اس پر مفصل گفتگو کریں گے کہ علما سلف سے یہ ثابت ہے کہ کئی کام بعض مخصوص دنوں میں کئے جائیں اور بعض مخصوص دنوں میں ان کو نہ کیا جائے۔ فی الحال ہم اس پر گفتگو غیر ضروری سمجھتے ہیں۔

درود شریف میں زیارت کی نیت کے متعلق فریب دہی اور خیانت

مسئلہ ۹۔ کے عنوان سے الوظیفۃ الکریمۃ کی ایک عبارت کا کچھ حصہ نقل کر کے اس پر بھی نہایت جعلسازی سے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ ملاحظہ ہو!

(۹) اس نیت کو بھی دخل نہ دے کہ مجھے زیارت عطا ہو۔ (وظیفہ کریمہ)

فائدہ ۱:۔ ایک غیر مستند درود کا ذکر کرتے ہوئے یہ فرضی مجدد کہتا ہے کہ اس نیت کے ساتھ یہ درود نہ پڑھو کہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہو اور واضح ہو کہ لفظ عطا ظاہر کر رہا ہے کہ خود تو طلب نہ کرو اور اگر خدا تعالےٰ بھی بطور عطیہ واکرام کے وہ زیارت نصیب فرمانا چاہیں تب بھی قبول نہ کرو۔ دیکھا کہ یہ محبت نبوی ہے۔ (چہل مسئلہ ۱۶)

پھر ص۱۷ پر یوں لکھا ہے:۔

فائدہ: معلوم رہے کہ یہاں مطلق زیارت کے خیال سے منع کیا گیا ہے یہ نہ بتلایا کہ آیا زیارت خواب سے مشرف ہونے کا خیال نہ کرے یا یہ کہ معاذ اللہ قیامت کے دن اور بہشت میں بھی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے محرومی کی نیت رکھے۔

ناظرین: دیکھا آپ نے ان محققوں اور دیانتداروں کا فریب کہ الوظیفۃ الکریمۃ کی عبارت کا کچھ حصہ نقل کر کے باقی چھپا لیا ہے۔ اور اس سے اپنا مطلب اخذ کرنے میں کس بے علمی یا بد باطنی اور جعلسازی کا مظاہرہ کیا ہے۔

حالانکہ اعلحضرت علیہ الرحمۃ نے یہ درود شریف صرف حصولِ زیارت کا اشتیاق رکھنے والوں کو اپنی یہ نیک تمنا پوری کرنے کے لئے ذریعہ کے طور پر لکھا ہے۔

خود چہل مسئلہ کے ص۲۰ پر اعلحضرت علیہ الرحمۃ کی اس عبارت کا باقی آن بد باطنوں نے نقل کیا ہے۔

"حصولِ زیارت کے لئے اس سے بہتر صیغہ نہیں"

لیکن اس کے باوجود مجدد علیہ الرحمۃ پر یہ بہتان باندھ رہے ہیں۔ کہ معاذ اللہ آپ نے فرمایا ہے کہ زیارت سے محرومی کی نیت کرے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جماعت دیوبندیہ نے تلاشِ بسیار کے بعد کریم بخش بیچارے کو منتخب کیا۔ اور پھر سرفراز صاحب کے نام قرعہ نکلا ہے کہ بزرگوں کی شان میں کذب بیانی اور فریب دہی اور جعلسازی سے لوگوں کو گمراہ کرنا یہ ڈیوٹی تمہاری رہی۔ خدا محفوظ رکھے۔ اب مجدد علیہ الرحمۃ کی اصل اور مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں جس کے لفظ لفظ سے

عظمتِ رسول اور محبتِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے لازوال سبق ملتے ہیں۔ ایک درود شریف لکھ کر فرماتے ہیں۔

طاق بار جتنا ہو سکے حصولِ زیارت اقدس کے لئے اس سے بہتر صیغہ نہیں۔ مگر خالص تعظیم شانِ اقدس کے لئے پڑھے۔ اس نیت کو جگہ نہ دے کہ مجھے زیارت عطا ہو آگے ان کا کرم بے حد و انتہا ہے۔ (الوظیفۃ الکریمہ)

ناظرین: خود فیصلہ کریں کہ الوظیفۃ الکریمہ کی یہ عبارت کتنی صاف ہے۔ ان فرضی محققوں کی یاوہ گوئی کی اس سے کیا گنجائش نکل سکتی ہے؟

اب ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ ان بیچاروں نے اپنی بغل میں کیا دبا رکھا ہے۔

اعلحضرت علیہ الرحمۃ نے حصولِ زیارت کے لئے درود شریف لکھ کر تاکید فرمائی کہ خالص تعظیم اقدس کی نیت سے پڑھے۔ زیارت سے اپنے کرم بے پایاں سے وہ خود سرفراز فرمائیں گے۔ ان لوگوں نے خواہ مخواہ آپ پر یہ بہتان لگایا کہ معاذ اللہ آپ نے فرمایا کہ زیارت سے محرومی کی نیت کرے۔ نگران کے مولوی اشرف علی تھانوی ایک مرید کو کیا تلقین کر رہے ہیں ملاحظہ ہو!

حال: اس کمترین کو یہ آرزو ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدارِ مقدس سے خواب میں مشرف ہونا۔ آنجناب سے اللہ واسطے درخواست ہے کہ دعا یا درود کی ترکیب فرمائی جاوے۔

تحقیق: اس سے زیادہ ضروری دعا تو یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کو ضروریات میں مشغول اور متوجہ فرمائیں۔ (تربیت السالک جلد اول ص۴۱) (النور بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ ص۱۶)

لیجئے یہ کیا تلقین ہو رہی ہے؟ حصولِ زیارت سے زیادہ بہتر اور ضروری یہ دعا ہے کہ تم ضروریات میں مشغول ہو جاؤ معدوم نہیں یہ ضروریات کیا ہیں۔ عموماً زیارت کے مشتاق وہ ہوتے ہیں جو ضروریات کے پابند ہوں۔

مگر میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

ناظرین! انصاف کریں! کہ اپنے چہرے کا داغ چھپانے کے لئے دوسروں کو ملوث کرنا ان دیوبندیوں کی کس قدر شرمناک سازش ہے۔

مدینہ طیبہ میں مجاورت

مسئلہ ۱۰ یہ نقل کیا ہے۔

(۱۰) مگر مدینہ طیبہ میں مجاورت ہمارے ائمہ کے نزدیک مکروہ ہے کہ حفظِ ادب نہیں ہو سکے گا۔ (احکامِ شریعت دوم)

اس پر یوں جاہلانہ تنقید کی ہے۔

فائدہ ۱۔ دیکھا ان عاشقانِ رسول کا حال کہ مدینہ طیبہ میں حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرب و جوار میں رہنے کو مکروہ کہا اور آئمہ دین پر بہتان لگایا۔ (چہل مسئلہ ۱۷)

ناظرین! اگر ان فرضی محققوں کے نزدیک واقعی ائمہ دین پر یہ بہتان ہے تو اس کے خلاف ائمہ دین کی تصریح کیوں نہیں نقل کی؟ اگر عوام کو فریب دینے کے لئے اس کو بہتان کہہ دیا ہے تو اس کذب بیانی پر کم از کم خوفِ خدا نے بھی ان کو تنبیہ نہیں کی۔

آگے لکھا ہے:-

اور علت یہ بیان کی ہے کہ حفظِ آداب نہیں ہو سکے گا۔ پھر تو مسلمان، کوئی نیک کام نہ کرے نہ مسجد میں جائے نہ حج کرے نہ قرآن مجید پڑھے کیونکہ حفظ آداب کا حق پورے طور پر وہ کہاں تک بجا لا سکتا ہے۔

(چہل مسئلہ ۱۷)

یہ کتنی جعلسازی اور فریب دہی ہے۔ ہر مسلمان کم علم سے کم علم بھی یہ جانتا ہے کہ مسجد میں نماز فرض کی ادائیگی کے لئے جاتے ہیں۔ اور حج بھی فرض ہے اور حاجی پر زیارت روضہ رسول مقبول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اہم ترین واجب ہے۔ اور قرآن کریم کی تلاوت بھی بقدر ضرورت فرض ہے۔ اور مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کر لینا نہ فرض نہ واجب بلکہ عبادات میں سے بھی نہیں بلکہ خود بھی ان اذھنوں نے اس کو ص۱۸ پر معاملات میں شمار کیا ہے۔ پھر مدینہ منورہ کی مجاورت کو ان میں گڈمڈ کر کے یہ کہنا کہ یہ کام بھی پھر تو کوئی نہ کرے کس قدر جہالت اور فریب ہے۔ حاجی زیارت کو جاتے ہیں صرف چند دن کے لئے اور وہاں عبادات و حفظ آداب و کسب فضائل بھی ان کا فعل ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی رہائش کے لئے وہاں جائے تو وہاں اپنے دینوی کاروبار و دیگر ہر قسم کے معاملات میں بھی مصروف ہوگا۔

ہر ذی شعور یہ جانتا ہے کہ قلیل عرصہ میں حفظِ آداب آسان ہے اور طویل مدت میں جب کہ کاروبار وغیرہ دیگر مقاصد بھی ساتھ ہوں حفظ آداب دشوار ہے۔ پھر بارگاہِ لطیف جہاں آواز بلند ہو جانے سے نیکیاں برباد ہونے کا اندیشہ ہو ایسی جگہ میں احتیاط (جو تقویٰ اور پرہیزگاری کا تقاضہ ہے۔)

ناظرین خود فیصلہ کریں کہ کس میں قصور ہے؟ ان لوگوں نے اپنا یہ مشغلہ سمجھ لیا ہے کہ موٹے موٹے چند جملے کسی بزرگ کے متعلق چلا دینے سے لوگ گمراہ ہو سکیں گے یہ کتنا شدید ظلم ہے۔

مدینہ منورہ کے فضائل اور برکات اور وہاں موت واقع ہو جانا اور وہاں دفن ہو جانا بلاشک یہ بڑی سعادت ہے اس میں کس کو اختلاف ہے۔

لیکن ہندوستان سے کانگریس کے فیصلے کے مطابق ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں جا کر رہائش اختیار کر لینا اور پھر کانگریس کے اشارہ پر مدینہ منورہ کو خیرباد کہہ کر واپس دیوبند سہارنپور وغیرہ علاقوں میں حسبِ سابق رہائش بنا لینا کیا یہ بھی مدینہ منورہ کی مجاورت کے برکات حاصل کرنے کا ذریعہ ہے؟

شائد اسی کا جواز پیدا کرنے کے لئے پہلی مسئلہ والوں کو اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ پر بہتان تراشی کی یہ شرمناک حرکت کرنا پڑی ہے۔

ان جعلی محققوں کے دامن تزویر میں پھنسے ہوئے بیچارے عوام کا کیا ہوگا؟

حسبی اللہ کے وظیفہ میں تعداد وارد سے زیادہ پڑھنا

پھر مسئلہ ۱۱ کے عنوان سے ایک صحیح اور حق بات کو حضرت مجدد علیہ الرحمۃ پر طعن بنا دیا۔ اس کی وجہ یا تو ان کی کتب فقہ اور مشائخ اسلام کے ارشادات سے جہالت ہے۔ یا عمداً خواہ مخواہ عوام کو فریب میں مبتلا کرنا ہے یہ کتنی بدترین جرأت ہے۔ ملاحظہ ہو!

(۱۱) حسبی اللہ لا الٰہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش

العظیم ۷ دس دس بار ہر بلا دکھ سے محفوظی۔ حدیث شریف میں سات بار فرمایا۔ حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دس بار آیا۔ فقیر کا اسی پر عمل ہے۔ اسے بحمدہٖ تعالیٰ تمام مقاصد کے لئے کافی پایا۔

فائدہ:۔ دیکھا حدیث شریف کی کیا تعظیم کی کہ پیر صاحب کی خاطر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ دیا کہ بجائے سات مرتبہ کے دس مرتبہ کو اختیار کیا۔ (چہل مسئلہ ص ۱۸)

ناظرین غور کریں اس بے فائدہ فائدہ کو لکھ کر ان جہالت مآب محققوں نے کیسی پٹڑی چلائی دی۔ سات مرتبہ پڑھ کر تین مرتبہ اور پڑھ کر دس بار کر دینے سے ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دینا ہوا۔ اس قاعدہ سے تو سارا اسلام ہی معاذ اللہ غلط ہو جائے۔ مثلاً فرض نمازوں پر رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سنتوں کو زیادہ کیا۔ کیا آپ نے اس طرح خدا تعالیٰ کو معاذ اللہ چھوڑ دیا؟ پھر ہر نماز کے ساتھ نفل زائد پڑھے جاتے ہیں اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نمازِ تراویح میں سب صحابہ کو ایک قاری کے پیچھے جمع کر دیا۔ پہلے اس طرح نہیں تھا تو کیا معاذ اللہ یہ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دینا ہوا؟

ہزاروں مثالیں اس قسم کی دی جا سکتی ہیں۔

نیز:۔ دس مرتبہ پڑھنے میں سات مرتبہ کیا نہیں آتا۔ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ دینا کیسے ہوا؟

چھوڑنا تو جب ہے کہ سات بار معاذ اللہ ترک کر دیا جائے۔ پھر ان کی یہ

بدتہذیبی اور بزرگوں کے حق میں گستاخی اور بے باکی کا بھی ٹھکانا نہیں۔ ان کے نزدیک غوث پاک علیہ الرحمتہ نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑا، اور ان کی خاطر اعلیٰحضرت علیہ الرحمتہ نے آپ کو چھوڑا۔

استغفر اللہ! آگے لکھا ہے :-

اب اس مجدد کا دوسرا واقعہ معلوم کیجئے جس میں اپنے نفس کی خاطر حضرت پیر صاحب کو بھی چھوڑ دیا پھر احکام شریعت سوم سے درود غوثیہ نقل کیا ہے۔ اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمدٍ معدن الجود والکرام و علی الہ وبارک وسلم

اور فقیر اتنا زیادہ کرتا ہے۔ وعلی الہ الکرام وابنہ الکریم وامتہ الکریمۃ وبارک وسلم (چہل مسئلہ ص۱۹)

ناظرین! غور کریں اس میں اپنے نفس کا کونسا لالچ ہے؟ جس کی خاطر وعلی آلہ الکرام وغیرہ الفاظ کا اضافہ کرنا سمجھا جائے۔ یہ تو حضرت مجدد علیہ الرحمتہ کی بارگاہِ نبوت میں نیازمندی اور وفورِ شوق اور جذبۂ محبت کا نتیجہ ہے کہ تخصیص بعد تعمیم طور پر صفات واقعیہ کے ساتھ آل نبی اور ابن نبی اور امت نبی کا ذکر بھی کیا۔

پھر اسی صفحہ پر اپنی جہالت کا پلندہ یوں بکھیرا ہے۔

اور بھلا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے درود کے خلاف پیر صاحب کیونکر درود تجویز کریں گے (چہل مسئلہ ص۱۹)

ناظرین! ان عقل کے اندھوں کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ خلاف کسے کہتے

ہیں۔ درود شریف کا کوئی صیغہ کسی بزرگ نے بعض خصوصیات کے پیش نظر اگر تجویز کیا ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتلائے ہوئے درود شریف کے خلاف وہ کیسے ہو گیا؟

حدیث شریف میں ۱۳ صیغوں سے درود شریف وارد ہوا۔ جیسا کہ حضرت شیخ محقق علیہ الرحمتہ نے جذب القلوب میں درج کیا اور مولوی اشرف علی تھانوی نے نشر الطیب میں ۲۵ صیغے لکھے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ درود شریف کے لئے صرف ایک صیغہ معین نہیں۔

بعد رحلت سرکار دو عالم تاجدار مدینہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے بعض بزرگوں کو خواب میں یا بیداری میں مختلف درود شریف تعلیم فرمائے۔ جیسے صلوٰۃ تنجینا وغیرہ جس کی حاجی امداد اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اپنے مریدوں کو کلیات امدادیہ میں بہت تاکید فرمائی ہے۔ پھر زیارت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کلیات امدادیہ ص۱۶۸ پر ایک خاصی ترکیب سے الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی ..... یا رسول اللہ و ..... یا حبیب اللہ .....

پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے۔ کیا یہ سب درود، درود ابراہیمی کے خلاف تجویز کئے گئے ہیں۔ ابھی اس موضوع پر بہت حوالے ہیں جو ہم نے محفوظ رکھے ہیں۔ بوقت ضرورت پیش کئے جائیں گے۔

معلوم نہیں ان کے نزدیک خلاف کسے کہتے ہیں۔ حالانکہ شیخ محقق دہلوی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں!

وسدی کہ از علماء تفسیر است از جماعت صحابہ بخیر ایشاں رضی اللہ عنہم

نقل کردہ کہ ہر کرا حق سبحانہٗ تعالےٰ بیان شانی وقوت تعبیر از معانی صحیحہ بالفاظ فصیحہ عطا کنند و بداں اظہار آیات شرف وعظمت نبوی یا انشاء صلوٰۃ وتسلیمات مصطفوی نماید واز سالکاں ایں مسلک سنی وعارفاں قدر ایں نعمت ہنی گردد واز متمثلان ایں امر عالی خواہد بود (جذب القلوب ص۲۶۶)

ترجمہ:- اور سدی جو کہ علماء تفسیر میں سے ہیں، صحابہ کی جماعت اور ان کے سوا سے نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالےٰ نے صحیح معانی کو فصیح عبارت کے ساتھ بیان کرنے کا ملکہ عطا فرمایا ہو، وہ اس ملکہ کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وشرف کی نشانیوں کو ظاہر کرے یا درود وسلام کے الفاظ تجویز کرے اور اس عظمت والے راستے میں چلے اور اس مبارک نعمت کی قدر پہچاننے والوں میں شامل ہو۔ تو وہ اس عظیم القدر حکم (جو درود وسلام کا حکم ہے) کے تعمیل کرنے والوں میں سے ہو جائے گا۔

دیکھا علماء محققین امت تو درود وسلام کے الفاظ تجویز کرنے کو آیت صلوا علیہ وسلموا تسلیما پر عمل کرنا بتلا رہے ہیں اور یہ جہالت مآب کتب سلف سے کورے بزعم خود محقق اس کو خلاف رسول بتاتے ہیں۔ یہ کہاں کی تحقیق ہے؟ ان پر اعتماد کرنے والے سیدھے سادے عوام غور کریں کہ وہ کس پر اعتماد کر رہے ہیں۔ ان کی یہ جہالت بالکل اسی طرح ہے جس طرح کوئی جاہل یہ کہے کہ اگر کسی شخص

نے نفل نماز کسی وقت پڑھ لی تو اس نے خدا تعالےٰ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا۔ کیونکہ اس نے ان کے بتائے ہوئے فرض اور سنتوں سے زیادہ نماز پڑھ لی۔ حالانکہ ہر سمجھدار جانتا ہے کہ نفل پڑھنے والے نے عبادت کی ہے۔ اسی طرح درود شریف پڑھنے والے نے خواہ کسی صیغہ سے پڑھا حکم الٰہی کی تعمیل کی ہے۔

آگے کتنی مضحکہ خیز اور جاہلانہ وجہ لکھی ہے۔ ملاحظہ ہو!

اب بتلاؤ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک الفاظ پر بڑھانا (خواہ بڑھائے ہوئے معنی صحیح بھی ہوں) کس قدر جرم ہے۔ اس طرح تو ہر ایک آدمی جو چاہے بڑھا دیا کرے۔ صاحب وحی علیہ السلام کے مبارک کلمات کی کیا قدر رہے گی۔ (جمیل مسئلہ ص۲۱)

کس نے جرم کہا ہے؟ فقہا تو لکھتے ہیں درود شریف ابراہیمی میں نماز کے اندر لفظ سیدنا بڑھانے کی بحث میں لان فی زیادۃ الاخبار بالواقع عین سلوک طریق الادب فھو افضل من ترکہ (در مختار)

ترجمہ:- کسی واقعی خبر کا (کسی ذکر مسنون میں) بڑھا دینا عین ادب کی راہ پر چلنا ہے۔ اور اس کو ذکر کر نا ترک کرنے سے افضل ہے۔

علامہ شامی نے رد المحتار میں اس کی تائید کی ہے۔

پھر اپنے متعلق شیخ نے لکھا ہے بعض اوقات غلبۂ محبت واشتیاق میں قدم پاک سے لے کر جوتی مبارک تک ہر ہر عضو پر علیحدہ علیحدہ درود شریف پڑھتا ہوں جیسے اللھم صل علی راسی محمد فی الرؤس الخ حضرت شیخ کے بعض الفاظ یہ ہیں

کے نزدیک تارک سنت گنہ گار نہیں حالانکہ اہل علم جانتے ہیں کہ سنت دو قسم ہے۔ سنت مؤکدہ، سنت مستحبہ، اور کتب فقہ میں یہ مسئلہ مشہور ہے، سنت مؤکدہ کا تارک گنہگار ہے۔ اور سنت مستحبہ کا تارک گنہ گار نہیں۔ عین یہی مسئلہ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے بھی لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو!

عرض: جس شہر کے لوگوں میں سے ایک بھی ولیمہ نہ کرتا ہو بلکہ نکاح سے پہلے اول روز جیسا رواج ہے کھلا دیتا ہو تو ان سب کے لئے کیا حکم ہے۔

ارشاد: تارکانِ سنت ہیں۔ مگر سنن مستحبہ سے ہے۔ تارک گنہگار نہ ہوگا اگر اسے حق جانے۔ (ملفوظات شریف اول)

ناظرین! یہاں بھی ان فریب کار محققوں نے وہی دھوکہ دہی جعلسازی کی عادت پوری کی ہے۔

آپ نے مقید یعنی سنت مستحبہ کے تارک کا حکم ارشاد فرمایا۔ اور ان لوگوں نے دھوکہ دہی کے لئے مطلقاً یعنی ہر سنت کے تارک کا حکم آپکی طرف منسوب کر دیا۔

اگر ان جاہل باطل پرست خدا خوفوں کے پتے حق کی کوڑی بھی ہے تو اس کذب بیانی و قطع برید کی کیا ضرورت پڑی ہے۔ ان کا ایسا کرنا تو ان کا حق سے اپنی تہی دامنی کا اعتراف ہے۔

حضور علیہ السلام کے معجزہ مردے زندہ کرنے کے متعلق

پھر مسئلہ ۱۱ کے عنوان سے اعلام الاعلام سے ایک دو جملے اصل الفاظ تبدیل کر کے نقل کئے اور اس سے

آنحضرت علیہ الرحمۃ کیطرف یہ خبیث نظریہ انتہائی کذب بیانی سے منسوب کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مردہ زندہ کرنیکا معجزہ ماننے والوں کو آپ قطعی یقینی طور پر کافر سمجھتے ہیں (استغفر اللہ) ملاحظہ ہو۔

(۱۳) یا کہے۔ مسیحائی تری آنکھوں کی سنبھالا چاہے ہیں اشاروں میں جلا دیتے ہیں مردہ یا رسول اللہ دوسرا یہ ہے۔ پھر اس کے بعد لکھا ہے۔ یہ سب فرقے بالقطع والیقین کافر ہیں۔ اعلام الاعلام صفحہ ۲۰

فائدہ: اہل حق بالخصوص ہمارے حضرات دیوبندیہ اس شعر کو صحیح سمجھتے ہیں۔ (مسئلہ چہل ص ۲۵)

ناظرین غور فرمائیں اعلام الاعلام شریف میں مختلف گمراہ فرقوں کے اقوال ..... اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے نقل فرما کر انکا حکم شرعی بیان فرمایا جن میں جاہل صوفیوں کے چند اقوال تھے یہ ایک قول شعر کی شکل میں ان سے نقل فرمایا جسکو انتہائی بددیانتی سے ان فریب کاروں نے تبدیل کر کے پیش کیا ہے۔ اصل شعر اعلام الاعلام کے صفحہ ۲۰ پر یوں ہے۔ ..... یا کہے تیرے آنکھوں کے سب بیمار اچھے ہیں اشاروں سے جلا دیتے ہیں مردہ یا رسول اللہ

اس شعر میں حضرت مسیح علیہ السلام سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنکھوں کے بیماروں کو اچھا یعنی افضل کہا گیا یہ نبی کو نبی سے افضل کہنا واقعی بالقطع والیقین کفر ہے جیسا کہ عقائد کی کتب میں مرقوم ہے۔ کیا حضرات دیوبندیہ اس مضمون کے شعر کو صحیح سمجھتے ہیں؟ جو صریح کفر ہے۔ "مسیحا سے" کو تبدیل کر کے مسیحائی بنا دیا۔ "تیرے آنکھوں کے" کو تیری آنکھوں کی بنا دیا۔ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین جس وقت اعلام الاعلام کی عبارت کو دیوبند کے وکیل تبدیل کرنیکا پاپڑ بیل رہے تھے اسوقت شرم کہاں چھوڑ رہے تھے

حضرت مجدد اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کی وصیت شریفہ

پھر مسئلہ ۱۴ کے عنوان سے اعلیٰحضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی وصیت سے چند جملے نقل کر کے دھوکہ اور فریب دینے کی مذموم کوشش کی ہے۔ ملاحظہ ہو!

(۱۴) حتی الامکان اتباعِ شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے

ظاہر ہے۔ اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ (وصایا شریف)

فائدہ:۔ دیکھا کہ اتباعِ شریعت محمدی کے متعلق لفظ حتی الامکان کہا کہ جتنی پیروی ہو سکے کرو۔ گویا نہ ہو سکے تو چھوڑ دو۔ مگر اپنے دین و مذہب کے متعلق کس قدر تاکید در تاکید کی۔ معاذ اللہ ہر فرض سے بھی اہم فرض ..... اور شریعت کے مقابلے میں اپنے دین و مذہب کا ذکر علیحدہ طور پر کرنا ظاہر کرتا ہے کہ وہ کوئی اور چیز ہے (چہل مسئلہ ص ۲۳)

قارئین سے یہ مخفی نہیں کہ ہر سمجھدار انسان جانتا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ جن سے ایک جنتی ہوگا اور باقی سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا کہ یا حبیب اللہ وہ ایک کونسا ہے جو نجات پاکر جنت میں جائے گا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا ما انا علیہ واصحابی یعنی جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ یعنی اہل سنت وجماعت اس پر جو ہوگا وہ جنتی ہوگا۔

اسی طریقہ کی اعلحضرت علیہ الرحمۃ نے عمر بھر پابندی اور تبلیغ فرمائی۔ اور ان سب فرقوں کا رد فرمایا جو حسبِ فرمانِ نبوی باطل اور گمراہ ہیں۔ جیسے معتزلہ، خارجیہ (جن کے زیادہ تر عقائد دیوبندی، وہابی، مرزائی فرقوں میں پائے جاتے ہیں) اور شیعہ وغیرہ۔

یہ سب فرقے اعتقادی مسائل میں اختلاف کی بنا پر پیدا ہوئے اور اعتقادی مسائل کی اہمیت اس قدر ہے کہ ان میں غلطی کا ارتکاب ہو جانے سے بعض دفعہ کفر کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس بنا پر مجدد علیہ الرحمۃ کا فرض تھا کہ آخری عمر میں اپنے بعد قرابتداروں اور عقیدتمندوں کو اس کی پابندی کی وصیت فرما جاتے۔ چنانچہ آپ نے وہ فرض

ادا کیا۔ اور احکامِ شریعت کا عمل احکام پر اطلاق غالب ہے۔ جو بعض عذر کی صورتوں میں خدا تعالےٰ کی طرف سے معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ لیکن عقائد حقہ کو اختیار کرنا کسی صورت میں معاف نہیں۔ لہٰذا یہ ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ اس وصیت کا ہر ہر لفظ کتاب و سنت کا ترجمان ہے۔ شرعی عملی احکام کے متعلق ارشاد ربانی ہے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ

یعنی اللہ تعالےٰ سے حسب استطاعت و امکان ڈرو یعنی اتباعِ شریعت کرو۔

لیکن ایمان و اعتقاد کے متعلق کہیں نہیں فرمایا۔ اِسْمَعُوْا مَا اسْتَطَعْتُمْ کہ ایمان و اعتقاد بھی تم پر حسبِ امکان فرض ہیں۔ بلکہ جبر و کراہ کی صورت میں بھی ارشاد ہوا کہ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ۔ یعنی دشمن کی طرف سے تمہیں اگر جان یا عضو تلف ہونے کا خطرہ ہو تو کلمہ کفر اس شرط پر معاف ہے جب کہ ایمان یعنی عقائد حقہ پر دل مطمئن ہو اور یقین محکم ہو۔ یعنی عقائد حقہ پر قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ بعینہٖ لفظ بہ لفظ جناب مجدد علیہ الرحمۃ نے یہی وصیت کی ہے۔

اس سے ان حسد کی آگ میں جلنے والوں اور کور باطن محققوں کو عوام کو دھوکہ دینے کے لئے یہ لفظ پھیر پھیر کرنے کے لئے ملا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا میرا دین و مذہب" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی اور چیز ہے۔"

ناظرین! ذرا غور کریں اگر کوئی شخص کسی سے پوچھے کہ آپ کا دین و مذہب کیا ہے؟ تو کیا اس کا یہ مطلب ہوگا کہ وہ شریعت اور اسلام سے علیحدہ کسی مذہب کا

سوال کر رہا ہے۔

قبر میں مَا دِینُکَ تیرا دین کیا ہے؟

فرشتوں کا ایک سوال ہے۔ اور میت اس کا جواب دیتا ہے۔ دِیْنِیَ الْاِسْلَام کہ میرا دین اسلام ہے۔ ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ مگر ان جہالت مآبوں کو اپنی جہالت کی بنا پر ایک صاف بات سمجھ میں نہیں آتی تو بجائے اس کے کہ اسکو اپنی غلط فہمی پر محمول کریں۔ قائل پر طعن کرنے کو اپنی جہالت یا فریب چھپانے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ ان کا ضمیر بھی ان کو ملامت نہیں کرتا۔ صد حیف۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے باطل کی آندھیوں میں حق کی شمع جس طرح روشن کی ہے اور مقام الوہیت و مقام نبوت و مقام ولایت کے متعلق عقائد کو مسخ کرنیکا طوفان جس ہمت اور خداداد قابلیت و بصیرت سے آپ نے روکا ہے وہ واقعی ایک مجدد کا ہی حصہ ہو سکتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام و علمائے سلف اہلسنت وجماعت کے اس سواد اعظم طریق اہل سنت وجماعت کو آپ نے ظاہر فرمایا کہ جس کو ہوس پرستوں نے مسلمانوں کی نظروں سے ہمیشہ کے لئے اوجھل کر دینے کی راہ ہموار کرنا شروع کر دی تھی۔ واقعی آپ کا یہ دین و مذہب یعنی اسلام جو آپنے ہوس پرستوں کی دست برد سے بچا کر پھر مسلمانوں تک پہنچایا۔ اور یوں نبوی تعلیمات پر ایک مرتبہ پھر اطمینان سے لوگوں کو کاربند ہونے کا موقعہ ملا۔ اس لائق تھا کہ آپ اس کی پابندی ہر فرض سے اہم فرض قرار دیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج بھی بریلی شریف کا ایک عام سُنّی دوکاندار بھی ایک متوسط درجہ کے عالم سے زیادہ دینی مسائل کے متعلق

معلومات رکھتا ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ۭ

اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کے اپنے پیر بھائی کی قبر سے خوشبو محسوس کرنے پر وہابیوں کی یاوہ گوئی

پھر مسئلہ ۱۵ کے عنوان سے ملفوظات شریف دوم سے جو عبارت نقل کر کے اس پر فریب کا راہ حسب عادت ہو بدگوئی کی ہے۔ ملاحظہ ہو!

(۱۵) جب ان کا انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت ان کی قبر میں اترا مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضۂ انور کے قریب پائی تھی

(ملفوظات دوم)

ف:۔ یہ تعریف اپنے ایک پیر بھائی مولوی برکات احمد صاحب کی کی ہے۔

اب ذرا دیکھو کہ کس طرح اپنے پیر بھائی کی خوشبو کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ مطہرہ (شرفہا اللہ تعالےٰ) کی خوشبو کے برابر تسلیم کیا یہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی نہیں ہے؟ (چہل مسئلہ ص۲۴)

جواب:۔ بے ادبی کیسے ہو گئی؟ اور پیر بھائی کی خوشبو کو جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روضۂ اطہر کی خوشبو کے برابر کیسے تسلیم کیا۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی اس مذکورہ بالا عبارت کو جاہل سے جاہل بھی دیکھے تو ہرگز

یہ نہ سمجھے گا جو ان دجل و فریب کے ہوس داروں نے کشید کرنے کی کوشش کی ہے۔
بلکہ اس عبارت سے یہی سمجھے گا کہ سرکار دو عالم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صالح امتی کے جنازہ و دفن کے موقعہ پر کرم فرمایا اور جلوہ گری سے نوازا۔
یہ ان کی بارگاہِ رسالت سے صحیح نسبت اور مقبولیت کی بشارت تھی۔
بڑا ہو حسد اور بزرگوں کی شان میں گستاخی ——— کا کہ ایک سیدھی سادی، آسان بات بھی کیا سے کیا بنانے پر آمادہ کر دیتے ہیں۔ اور شرم و حیا سے بھی عاری کر کے کذب بیانی کو مرغوب بنا دیتے ہیں۔

بلاشبہ مدینہ منورہ پھر خصوصاً روضہ اطہر پھر اس کے مکین (فداہ ابی و امی) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو کا صحیح پتہ انہی شرابِ محبت سے ہر دم بے خود رہنے والوں کا حصہ ہے اور وہی اس کی خبر بھی دے سکتے ہیں اور اس کی قدر بھی وہی جانتے ہیں!

امام مہدی کے ظہور کے وقت کا تعیّن

مسئلہ ۲۶ کے عنوان سے ان اندھے محققوں نے ملفوظات شریف اول سے ایک عبارت نقل کر کے اس میں جس عیاری سے کام لیا ہے وہ ان کی مخصوص عادت ہے۔ ملاحظہ ہو!

(۱۶) امام مہدی کے بارے میں احادیث بکثرت اور متواتر ہیں۔ مگر ان میں سے وقت کا تعین نہیں۔ اور بعض علوم کے ذریعہ سے مجھے ایسا خیال گذرتا ہے کہ شاید ۱۳۳۷ھ میں کوئی اسلامی سلطنت باقی نہ رہے اور ۱۹۰۰ھ میں حضرت امام مہدی ظہور فرمائیں۔ (ملفوظات اول)

ف ۱:- دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود کثرت و تواتر احادیث کے تعین نہ فرمائیں۔ اور معاملہ اللہ کے سپرد فرمائیں اور یہ فرضی مجدد تاریخ مقرر کر دے ..... جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا کس قدر مقابلہ ہے۔ اور علم غیب الٰہی میں کس قدر ہاتھ ڈالنا ہے۔
(چہل مسئلہ ۲۶)

ناظرین باتمکین غور تو کریں کہ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے کہاں تاریخ مقرر کر دی ہے۔ آپ نے تو فرمایا کہ "بعض علوم سے مجھے ایسا خیال گذرتا ہے" یہ کلمہ شک کو ظاہر کرتا ہے۔ پھر آگے آپ نے فرمایا کہ "شائد ایسا ہو" ان الفاظ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان تاریخوں میں ان واقعات کے ہونے کا احتمال ذکر فرمایا ہے تاریخ مقرر کرنا اور بات ہے۔ اس کا احتمال بتلانا اور بات ہے۔ قرائن یا بعض علوم سے احتمال پیدا ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کو تعیین کون کہتا ہے۔ ان عقل کے اندھوں کو تعیین اور احتمال کا فرق بھی پتہ نہیں۔ تحقیق تو بہت دور کی بات ہے۔

نوٹ:- ان کی خیانت ملاحظہ ہو کہ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے یہ احتمال کس بنا پر ذکر فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں۔

"میں نے یہ دونوں وقت (۱۳۳۷ھ میں سلطنت اسلامی کا بڑھنا اور ۱۹۰۰ھ میں امام مہدی کا ظہور فرمانا) سید الکاشفین حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ کے کلام سے اخذ کئے ہیں۔" (ملفوظات شریف اول)

چونکہ ان کذب بیانی کے عادیوں کو خیانت کرنے اور دھوکہ دینے سے مقصد ہے اس لئے اسی جگہ یہ عبارت موجود ہونے کے باوجود ان کو دکھائی نہیں دی یا اس کو نقل

نہیں کیا کہ خیانت کا پردہ چاک ہو جائے گا۔

اعلیٰحضرت علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ یہ تاریخ میں نے شیخ ابن عربی علیہ الرحمتہ کے کلام سے لی ہے۔ آگے ان کا کلام ذکر فرمایا۔ اب بتایئے اعلیٰحضرت علیہ الرحمتہ نے تاریخ ذکر کی جو احتمال کی حد تک ہے۔ یا کہ شیخ ابن عربی علیہ الرحمتہ نے؟

بزرگوں کی شان میں کس قدر یہ لوگ بے ادب اور گستاخ واقعہ ہوئے ہیں۔ شیخ ابن عربی کے حق میں یہ کتنی کھلی گستاخی ہے۔ احتمال اور تعیین میں فرق نہ کرنے سے یہ مقابلہ اور خلاف سوجھا ورنہ حقیقت میں نہ یہاں مقابلہ ہے نہ خلاف۔

اوراد کے لئے اوقات کی تشریح پر یاوہ گوئی

پھر مسئلہ ۱۷ کے عنوان سے اعلیٰحضرت علیہ الرحمتہ نے صبح و شام کے اوراد کے لئے پڑھنے والوں کی آسانی کے لئے جو اوقات ارشاد فرمائے ہیں اس سے ان فرضی محققوں نے اپنی جہالت کی بنا پر فریب دہی کی عادت پوری کی ہے۔ کہ معاذ اللہ آپ کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ صبح کب ہوتی ہے۔

ناظرین! اس الزام میں بھی کوئی وزن ہے؟ کون ہے جس کو صبح ہونے کا پتہ نہیں لگتا۔ پھر اس فریب دہی کے لئے آپ کی عبارت سے ایک جملہ نقل کر کے باقی حذف کر دیا ہے۔

ان کی خیانت اور سیاہ کاری کا پردہ چاک کرنے کے لئے پہلے ان کا نقل کیا ہوا جملہ ملاحظہ فرمائیں۔ جہل مسئلہ ۱۷ پر ہے۔

آدھی رات ڈھلے سے سورج کی کرن چمکنے تک صبح ہے۔ (وظیفہ کریمیہ)

جس عبارت سے اس کو کاٹ لیا ہے۔ اب وہ پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

آدھی رات ڈھلے سے سورج کی کرن چمکنے تک صبح ہے اس بیچ میں جس وقت ان دعاؤں کو پڑھ لے گا۔ صبح میں پڑھنا ہو گا یونہی دوپہر ڈھلنے سے غروب آفتاب تک شام ہے۔ (وظیفہ کریمیہ)

ناظرین ذرا غور کریں یہ عبارت کس قدر واضح اور بے غبار ہے معمولی سے معمولی سمجھ رکھنے والا آدمی بھی اس سے سمجھ رہا ہے کہ وظائف پڑھنے کے لئے آپ نے یہ آسان طریقہ بتایا ہے کہ صبح والے وظائف آدھی رات ڈھلنے سے سورج کی کرن چمکنے تک پڑھے جا سکتے ہیں۔ اور یونہی دوپہر ڈھلنے سے سورج غروب تک شام کے اوراد پڑھے جا سکتے ہیں۔

پھر ان کور باطنوں نے اپنی جہالت کے یوں گل کھیرے ہیں۔ کہ دوسرے عبادات کے لئے کوئی اور صبح ہے۔ اور وظیفوں کے لئے کوئی اور صبح!

(جہل مسئلہ ۱۷)

لیکن ان جہالت مآبوں کو اتنا بھی علم نہیں۔ صبح صادق سے پہلے وظیفے پڑھے جا سکتے ہیں۔ مگر صبح کی نماز نہیں پڑھی جا سکتی۔ اسی طرح سورج طلوع کے وقت اور اس کے بعد صبح کی نماز ادا نہیں قضا ہوتی ہے۔ اور دیگر اوراد و اذکار و وظائف پڑھے جا سکتے ہیں۔ نمازوں اور وظیفوں کے اوقات کی حد بندی ان کے نزدیک اگر ایک جیسی ہے تو کیا صبح صادق سے پہلے اور سورج طلوع کے وقت اور اس کے بعد نماز صبح ادا ہو جائے گی؟

بزرگوں سے حسد نے ان کو کس قدر اندھا کر دیا۔ ان کے علم میں ہونا چاہئے۔

کہ سب لوگ ہماری طرح نہیں کہ اتنی دیر سے اٹھتے ہوں کہ نماز بمشکل ادا کر سکیں بلکہ کچھ ایسے بھی خدا کے بندے ہیں جو آدھی رات ڈھلے سے خدا کی یاد میں مصروف ہو جاتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ باہمت لوگ موجود ہیں۔

تہجد کے وقت پر جاہلانہ شور

اسی طرح تہجد کے مسئلے کو اپنی نادانی اور جہالت کی وجہ سے مجدد علیہ الرحمۃ پر طعن کا سبب بنایا ہے۔ حالانکہ ردالمحتار شامی اور فتاوی عزیزی میں یہ مسئلہ درج ہے۔ کہ عشاء کی نماز پڑھ کر سو رہنے کے بعد جب بیدار ہو تو تہجد کی نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور وہ تہجد کا وقت ہے۔ مگر اس شخص کے لئے یہ وقت واقعی مضر خیز ہے جو اس مسئلہ سے جاہل ہے۔ اور کتب فقہیہ سے بے خبر ہے۔ ان کی دیانتداری و تحقیق کو طشت از بام کرنے کے لئے ہم اعلیحضرت علیہ الرحمۃ کی عبارت کا وہ حصہ جو انہوں نے نقل کیا اور باقی حذف کیا دکھاتے ہیں۔ اس کے بعد ان کا فریب دکھائیں گے ملاحظہ ہو!

جب پونے سات بجے عشاء پڑھ کر سو رہے اور سوا سات بجے آنکھ کھلی وہی وقت تہجد کا ہے۔ (وظیفہ کریمیہ)

اب ہر ایک جانتا ہے کہ سخت سے سخت سردیوں کے موسم میں بمشکل عشاء کا وقت سات بجے ہوتا ہوگا چہ جائیکہ ہمیشہ کے لئے یہ وقت مقرر ہو۔ (چہل مسئلہ ص ۲۷)

ناظرین! فیصلہ کریں سخت سے سخت سردیوں میں کیا سات بجے عشاء کا

وقت ہوتا ہے؟ پھر اس پر بھی ان کو یقین نہیں بلکہ شک ہے کہ سات بجے کا وقت ہوتا ہوگا۔ یہ ان کا اپنی جہالت کا اعتراف ہے کہ عشاء کا وقت بھی ان کو معلوم نہیں کہ کب ہوتا ہے۔

کیا اس جہالت کے سہارے پر اعلیحضرت علیہ الرحمۃ کے منہ آنے سے ان کو شرم بھی نہیں آتی؟ حالانکہ سخت سے سخت سردیوں میں ہر سمجھ دار آدمی جانتا ہے ساڑھے چھ بجے عشاء کا وقت ہو جاتا ہے۔

پھر یہ کہنا جھوٹ ہے کہ معاذ اللہ اعلیحضرت علیہ الرحمۃ نے ہمیشہ کے لئے سات سوا سات بجے کا وقت مقرر کر دیا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو جو انہوں نے الزام گھڑنے کے لئے حذف کر دی ہے۔ کہاں ہمیشہ کے لئے آپ نے یہ وقت مقرر کر دیا! مجدد علیہ الرحمۃ نے تو گرمیوں کے لئے علیحدہ اور سردیوں کے لئے علیحدہ وقت لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو!

فرض عشاء پڑھنے کے بعد کچھ دیر سو رہے۔ پھر شب میں طلوع صبح سے پہلے جس وقت آنکھ کھلے اگرچہ رات کے نو بجے یا جاڑوں میں جب سات بجے عشاء پڑھ کر سو رہے۔ اور سوا سات بجے آنکھ کھلے تو وہی تہجد کا وقت ہے۔ (الوظیفۃ الکریمیہ)

ناظرین! غور کریں کیا یہ بدترین جھوٹ نہیں؟ کہ اعلیحضرت علیہ الرحمۃ نے معاذ اللہ ہمیشہ کے لئے سات بجے کا وقت مقرر کر دیا، آہ ان کا کیا حشر ہوگا جو ان خیانت کاروں جہالت مآب ٹھگوں سے مسائل پوچھتے ہیں۔ پھر ان پر اعتماد کرتے ہیں۔ کیا یہ لوگ اعتماد کے لائق ہیں؟

مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کی فضیلت کے مسلک پر جاہلانہ اعتراض

پھر خروج از حنفیت کا الزام مسئلہ ۱۷ کے عنوان سے لگایا ہے۔ حالانکہ اس بے سروپا الزام کی کوئی وجہ صحیح نہیں لکھی۔ بلکہ جمہور حنفیہ کا لفظ ہی بتاتا ہے۔ کہ دوسرا قول کرنے والے بھی حنفی ہیں۔ پھر خروج از حنفیت کیسے ہوا؟ ملاحظہ ہو!

(۱۸) عرض حضور مدینہ طیبہ میں ایک نماز پچاس ہزار کا ثواب رکھتی ہے۔ اور مکہ معظمہ میں ایک لاکھ کا اس سے مکہ معظمہ کا افضل ہونا سمجھا جاتا ہے۔ ارشاد جمہور حنفیہ کا یہی مسلک ہے اور امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک مدینہ طیبہ افضل ہے۔ پھر آگے لکھا ہے کہ یہی میرا مسلک ہے۔

(ملفوظات دوم)

ف: جمہور حنفیہ کے مسلک کو چھوڑ کر اپنا نیا طریقہ قائم کیا اور اس پر حنفیت کا پُرزور دعویٰ ہے۔ (چہل مسئلہ ص۲۸)

ناظرین! جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں کہ جمہور حنفیہ کا لفظ ہی ظاہر کر رہا ہے کہ مدینہ طیبہ کو مکہ مکرمہ سے افضل کہنے والے بھی حنفی ہیں۔ اس میں امام مالک علیہ الرحمۃ بھی ان سے متفق ہیں۔ اب مدینہ طیبہ کو افضل کہنا محدود علیہ الرحمۃ کا اپنا نیا طریقہ قائم کیا ہوا کیسے ہوا؟

یہ کس قدر فریب اور جہالت ہے۔

آگے ہے:۔

واضح ہو کہ اس مسئلہ میں نہ صرف اپنے امام مجتہد اور دیگر جمیع ائمہ حنفیہ کا

خلاف کیا گیا ہے۔ بلکہ امام شافعی و امام احمد کے مجموعی مسلک سے بھی انحراف کیا گیا ہے۔ (چہل مسئلہ، ص۲۸)

دیکھا ایک جگہ جمہور حنفیہ کے خلاف کرنا کہا اور دوسری جگہ جمیع ائمہ حنفیہ کے خلاف کرنا کہا۔ یہ کس قدر تضاد بیانی ہے جو درحقیقت کذب بیانی پر مشتمل ہے۔

پھر حنفی امام کے قول پر عمل کرنے سے ایک حنفی پر امام شافعی اور امام احمد علیہما الرحمہ کے مسلک سے انحراف کا طعن کرنا کس قدر جہالت یا فریب ہے۔

پھر یہ کہ جمہور کے خلاف قول کو ترجیح دینے کو طعن کا سبب بتلانا کتب فتاویٰ سے جاہل ہونے کی دلیل ہے۔

خود مولوی اشرف علی تھانوی نے ایک فتویٰ میں لکھا ہے کہ لم یثبت قوۃ دلیل الجمہور، یعنی جمہور کی دلیل کا قوی ہونا ثابت نہیں ہوا۔ (فتاویٰ اشرفیہ سوم ص۳۶)

اس سے کم از کم یہ معلوم ہوا کہ جمہور کا قول ہو سکتا ہے کہ قوی نہ ہو۔ اس کے خلاف قول قوی ہو۔ اس کی نظیر نبراس حاشیہ شرح عقائد نسفی میں ہے۔

صفات کے مسئلہ میں ہے کہ اہلسنت کے صفات باری تعالیٰ میں تین مذاہب ہیں۔ مذہب الفریری جمہور المحققین کا مذہب صوفیہ اور بعض الاشاعرہ کا مذہب اور صوفیہ اور بعض الاشاعرہ کا مذہب اشکالات سے منزہ ہے۔ آگے ہے۔ وکل ما اورد الجمہور فی ابطالہ فغیر تام (نبراس ص۱۶۵)

یعنی صوفیہ کے مذہب کی تردید و ابطال میں جو جمہور نے دلائل پیش کئے ہیں وہ تمام نہیں۔ اس عبارت سے اتنا ثابت ہوا کہ جمہور کے خلاف قول کو ترجیح دینا

یہ طعن کی بات نہیں بلکہ علماء کی تحقیق میں یہ واقع ہے اور نہ یہ طعن کی بات ہے۔ کہ کسی محقق نے جمہور کے دلائل کو اپنی تحقیق میں زیادہ قوی نہ سمجھا ہو۔ ردالمحتار میں بھی اس کی نظیریں موجود ہیں۔ مگر ان فرضی محققوں کو کذب بیانی کر کے لوگوں کو فریب دینے سے غرض ہے۔

علامہ شیخ محقق عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ خود اسی مسئلہ تفضیل مکہ و مدینہ زادہما اللہ شرفاً وعظمۃً میں ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

مذہب علماء راہداں و بخواں ولیکن ذوق مشرب اہل محبت از دست مدہ (جذب القلوب ص۲۳)

علماء کے مذہب کو جان اور پڑھ لیکن اہل محبت کے مشرب کا ذوق ہاتھ سے نہ دے۔ یعنی اس پر مضبوطی سے قائم رہ۔

پھر ص۲۲ پر اہل محبت کا مشرب لکھتے ہیں جو کہ جمہور حنفیہ اور دیگر حنفیہ کے بین بین ہے۔ پھر مدینہ منورہ کی فضیلت کی طرف اپنے میلان کا اشارہ کیا اور یہ لکھا کہ:۔

ومن مذهبی حب الديار لاهلها وللناس فيما يعشقون مذاهب۔

اور شہر سے اس کے باشندوں کی وجہ سے محبت کرنا میرے مذہب میں داخل ہے۔

اور لوگوں کے اپنے عشق کے حالات میں کئی اپنے اپنے راستے ہیں حالانکہ شیخ محقق علیہ الرحمۃ کے حنفی ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ اگر یہ جعلی محقق اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کے فتویٰ کی پوری عبارت نقل کرتے تو حق واضح ہو جاتا۔

پھر آگے ایک اور فتویٰ نقل کر کے فریب دینے کی کوشش کی ملاحظہ ہو۔

نیز احکام شریعت حصہ دوم میں یوں لکھا ہے۔ مذہب حنفی میں جمعہ و عیدین دیہات میں جائز نہیں۔ لیکن جہاں قائم ہے وہاں منع نہ کیا جائے اور جہاں نہیں ہے وہاں قائم نہ کیا جائے۔ آخر شافعی مذہب پر تو کبھی جائے گا۔ دیکھو ادھر تو ناجائز کہا اور پھر کہا منع نہ کرو۔ اور دلیل یہ دی کہ شافعی مذہب میں جائز ہے۔ پس بغیر ضرورت کے تقلید حنفیت سے نکلنے کی ترغیب دی پہلے مالکی بنے تھے اب شافعی بنے۔ (اچھل مسئلہ ص۲۸)

حالانکہ بعینہٖ اسی طرح کا فتویٰ کہ دیہات میں شافعی مذہب پر جمعہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا پڑھنے والے پر ظہر کی نماز اب نہیں رہتی۔ فتاویٰ رشیدیہ میں موجود ہے۔ اگر اس سے شافعی بننا لازم آتا ہے تو پہلے رشید احمد گنگوہی حنفیت سے نکلا۔

ملاحظہ ہو!

سوال:۔ اگر قریہ میں جمعہ پڑھ لیوے اس وجہ سے کہ احادیث میں وارد ہے اور محدثین اور شافعی صاحب رحمہم اللہ کا وہ مذہب ہے تو ہو جاوے گا یا گنہگار ہوگا۔ اور ظہر ذمہ باقی رہے گی؟

جواب:۔ قریہ میں جمعہ حنفیہ کے نزدیک ادا نہیں ہوتا تو ان کے نزدیک قریہ میں جمعہ نہ پڑھے کہ ان کا جمعہ درست نہیں ہوتا۔ اور نہ ظہر ذمہ سے ساقط ہوتی ہے اور جماعت نماز جمعہ کی نفل نماز کی جماعت ہو کر کراہت تحریمی ہوتی ہے۔ کہ جماعت نوافل کی ابتداءً مکروہ تحریمہ ہے۔ فقط واللہ حسب مذہب شوافع و بعض محدثین کے جمعہ ادا ہو گیا اور ظہر ساقط ہو گئی۔ واللہ تعالےٰ اعلم رشید احمد گنگوہی۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص۳۲۹)

دیکھو کہ مولوی رشید احمد گنگوہی نے باوجود حنفیہ کے نزدیک جمعہ نہ ہونے اور مکروہ تحریمہ کہنے کے کہہ دیا کہ نماز ساقط اور جمعہ ادا ہو گیا۔ حسب مذہب شوافع و محدثین اگر یہ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ پر طعن کرنے کا سبب ہے تو رشید احمد گنگوہی کے لئے معلوم نہیں کہ غیر اختلافی مسائل کو اختلافی بنانا کس لئے ہے؟

گائے کا گوشت کھانے اور زمزم شریف پینے کی برکت پر جاہلانہ شور

پھر مسئلہ ۱۹ کے عنوان سے زمزم شریف کی برکت اور رسول اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے معجزہ کے بیان میں سے دو جملے نقل کر کے باقی مضمون حذف کر دیا اور اس سے اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ پر یہ طعن کیا۔

(۱۹) یہاں سے ثابت ہوا کہ یہ مجدد نیاز کے کھانے کھایا کرتا تھا۔ حالانکہ یہ کھانا صرف فقیر و محتاج ہی کو جائز ہے کہ اس کا ثواب میت کو ضرور پہنچتا ہے۔ مگر اس غنی مجدد کے لئے کیسے جائز تھا۔ (پہلا مسئلہ ۲۹)

بڑا ہو حسد کرنے والوں کا۔ مجدد علیہ الرحمۃ نے معجزۂ نبوی لکھا۔ اور زمزم شریف کی برکت لکھی۔ مگر ان حاسدوں نے وہ حصہ نقل نہیں کیا۔ صرف طعن کرنے کے لئے یہ نقل کر دیا کہ:۔

گائے کا گوشت کھانے سے معاً مجھے ضرر ہوتا ہے ایک صاحب نے میرے یہاں نیاز کا کھانا بھیجا۔ (ملفوظات چہارم)

اس سے آگے نقل نہیں کیا۔ آگے ہے۔

اور ساتھ ہی ایک رقعہ میں لکھ دیا کہ اس میں سے تھوڑا سا چکھ لیں.....

میں نے جس وقت استعمال ہوا فوراً زمزم شریف پیا صبح تک برابر پیتا رہا کچھ بھی نہ ہوا۔

لیکن ان نرضی محققوں کو اپنی جہالت کی بنا پر اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ پر یہ طعن سوجھا کہ "آپ نیاز کا کھانا کھایا کرتے تھے۔ حالانکہ یہ فقیر و محتاج کو ہی جائز ہے"

کتب فتاویٰ فقیہہ تو دور کی بات ہے۔ کم از کم ان محققوں نے فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ عزیزیہ یا اشرفیہ ہی دیکھ لیا ہوتا تو نیاز کا حکم ان کے علم میں ہوتا۔ اور نہیں تو شمائم امدادیہ سے بھی یہ مسئلہ تو معلوم ہو سکتا تھا۔ مگر ان دیانتداروں کو تو طعن سے غرض ہے۔ مسائل سے ان کو کیا غرض۔ ملاحظہ ہو فتاوے عزیزیہ میں ہے!

اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد۔ پس اغنیا را ہم خوردن ازاں جائز است۔

واللہ اعلم (فتاویٰ عزیزیہ ص ۳۹)

اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ دی گئی تو اس سے غنی کو کھانا جائز ہے۔

فتاویٰ اشرفیہ میں ہے۔

سوال:۔ رواج اس ملک کا یہ کہ ثواب رسانی مردہ کے لئے وارث اپنی ہمت کے موافق طعام پختہ کھلاتے ہیں..... اب اس طعام پختہ اور روپیہ وغیرہ کے مستحق کون کون ہیں۔ فقیر، مسکین، یتیم، طالب علم وغیرہ غریب غربا تو نگر سود خوار بے نمازی کو دعوت کر کے کھلانا کیسا ہے؟

الجواب:۔ یہ صدقہ نافلہ ہے۔ ہر ایک کے لئے جائز ہے۔ لیکن زیادہ بہتر مساکین کے لئے ہے۔ اور اگر شہرت کے قصد سے ہو تو سب کو بچنا واجب ہے۔ (فتاویٰ اشرفیہ ص ۱۵۸)

ناظرین غور کریں کہ نیاز کے کھانے سے اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ پر طعن کرنے والوں کے نزدیک فاتحہ کا کھانا بھی غنی تونگر کے لئے جائز ہے۔

حالانکہ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ فاتحہ کا کھانا اغنیا کو منع فرماتے ہیں۔ اور صرف نیاز کا کھانا اغنیا کو جائز فرماتے ہیں۔ اگر یہ آپ پر طعن کا سبب ہے تو مولوی اشرف علی اور رشید احمد گنگوہی کے متعلق کیا حکم ہے؟

ملاحظہ ہو اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں!

فقیر لے کر خود کھائے اور غنی لے ہی نہیں۔ اور اگر لے لے ہو تو مسلمان کو دے دے۔ یہ حکم عام فاتحہ کا ہے۔ نیاز اولیاء کرام طعام موت نہیں وہ تبرک ہے۔ تبرک فقیر و غنی سب لیں۔ جب کہ مانی ہوئی نذر بطور نذر شرعی نہ ہو۔ شرعی نذر پھر غیر فقیر کو جائز نہیں۔ (احکام شریعت اول ص۱۳۲)

کس قدر بصیرت افروز حقائق کا مظہر جامع اور احتیاط پر مبنی فتویٰ ہے)

شمائم امدادیہ میں نیاز کی تقسیم کا واقعہ لکھا ہے۔ اس نیاز کا شربت پینے والے کون تھے؟

ملاحظہ ہو!

جب مثنوی شریف ختم ہو گئی۔ بعد ختم حکم شربت بنانے کا دیا اور ارشاد فرمایا کہ اس پر مولانا روم کی نیاز بھی کی جائے گی۔ گیارہ گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر نیاز کی گئی اور شربت بٹنا شروع ہوا۔ (شمائم امدادیہ ص۶۸/۴)

یاد رہے کہ یہ مولوی اشرف علی کا اپنا چشم دید واقعہ ہے اور خود اس نیاز کے شربت کو پینے والوں میں موجود تھا۔

بزرگوں کی گستاخی اور حسد کا ستیاناس ہو کس قدر اندھا کر دیتا ہے۔ خود مسئلہ سے جاہل ہیں۔ کیا یہ طعن ہے۔

اپنے ختم کے بارے میں اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کی وصیت پر مبنی

کا شرمناک مظاہرہ

پھر (۲۰) کے عنوان سے اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کی ایک وصیت نقل کر کے اس پر ان کور باطن محققوں نے اس طرح یاوہ گوئی کی ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس فرضی معبود کے خیال میں یہ بات مرکوز تھی کہ قبر میں بعینہٖ کھانے پہنچ جاتے ہیں۔ اس لئے یہ اعلےٰ سے اعلےٰ قیمتی قیمتی کھانے اپنے لئے تجویز کئے۔ (چہل مسئلہ ص۲۹)

اب وصیت کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں اور انصاف کریں کہ آپ کی وصیت مبارکہ سے یہ کس طرح معلوم ہوتا ہے یہ کسقدر ان دیانتداروں کا جھوٹ اور بددیانتی ہے۔

(۲۰) عزہ سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء میں سے بھی کچھ بھیجدیا کریں۔ دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو۔ مرغ کی بریانی، مرغ پلاؤ خواہ بکری کا شامی کباب، پراٹھے بالائی، اُرد کی پھریری، دال معہ ادرک و لوازم، گوشت بھری کچوریاں، سیب کا پانی، انار کا پانی، سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف اگر روزانہ ایک چیز ہو سکے یوں کرو۔

(وصایا شریف ص)

اس وصیت مبارکہ سے تو آپ کا غربا کا ہمدرد اور بڑا مخیر ہونا خصوصاً اپنی مرغوب و اعلیٰ چیزیں غربا کو کھلانے سے محبت رکھنا معلوم ہوتا ہے۔ اور اس سخاوت سے پر وصیت (جو کہ سراسر آپ کی خوبی اور نیکی ہے) میں حاسد کو صرف طعن معلوم ہوا۔ اور طعن معلوم ہونے کی وجہ کیسی بیہودہ لایعنی تبلائی ہے یعنی اس لئے کہ اعلیٰ سے اعلیٰ قیمتی چیز کھانے اپنے لئے تجویز کئے۔

کیا اعلےٰ سے اعلیٰ کھانے خیرات کرنے کی تاکید سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنے لئے تجویز کئے ہیں۔ خصوصاً جب کہ اپنی موت کے بعد فاتحہ کے لئے خیرات کرنے کی تلقین ہو۔ پھر اپنے اعزہ کو خیرات کرنے کی تلقین سے یہ سمجھنا یا تاثر دینا جو ان عقل کے اندھوں نے سمجھایا تاثر دیا ہے۔ ان کی اپنی رذالت طبع کا غماز ہے۔ بزرگوں کو اپنے اوپر قیاس کیا ہے۔ آگے ہے :-

نیز کھانے پینے کی اس قدر فکر ہے۔ آخر فرشتگانِ معصومین کے لئے بھی فاتحہ و ایصالِ ثواب کا جواز لکھتا ہے۔ اور لوگوں کے لئے زندگی ہی میں اپنے لئے ایصال ثواب کی ترغیب دی ہے (احکام شریعت)

(پہلا مسئلہ صفحہ ۳)

ان عقل کے اندھے محققوں کو جہاں لفظ ایصالِ ثواب نظر آئے وہاں صرف کھانے پینے کی فکر ہی ان کے سیاہ دل میں کھٹکتی ہے۔

اب ہم فیصلہ ناظرین پر چھوڑتے ہوئے کچھ لکھنا مناسب نہیں سمجھتے۔

اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کے تحریر کردہ دونوں مسئلے آپ کے سامنے ہیں۔ ان سے کھانے پینے کی فکر کس طرح معلوم ہوتی ہے؟

رہا نفس مسئلہ کا مضمون کہ "فرشتگانِ معصومین بھی اہل ثواب ہیں۔ ان کے لئے ایصالِ ثواب اور کسی کے لئے زندگی میں بھی ایصالِ ثواب کا جائز ہونا" تو اس میں شک سن کتب فقہ سے جاہل ہونے کی علامت ہے۔ رہے اپنے لئے ایصالِ ثواب کی ترغیب تو اس میں کیا قباحت ہے۔ یہ تو مجدد علیہ الرحمۃ کی انتہائی پاک نفسی اور خدا خوفی اور اخروی بہبودی کی طلب ہے جو کہ ایک بندۂ مومن کی بہت بڑی خوبی ہے۔

ان اندھے محققوں کی یہ کس قدر جہالت اور بددیانتی ہے اور کس قدر جھوٹ اور فریب ہے۔ ان کا علمی پایہ اور کردار قابلِ دید ہے۔ اور پھر امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی رہنمائی کے اسٹیج پر ان کا گھس آنا قابل صد افسوس و حیرت ہے۔

آگے مندرجہ ذیل مسائل کو اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کی احکام شریعت اور ملفوظات شریفہ سے نقل کر دیا بمعلوم نہیں ان مسائل میں ان کو کونسی اعتراض کی بات نظر آئی ہے۔

رہائش کیلئے رنڈی کو مکان کرایہ پر دینے کے شرعی حکم سے وہابیہ کی جہالت

رہنے کے لئے رنڈی کو مکان کرایہ پر دینے کا جائز ہونا۔

ناظرین! غور کریں رہنے کے لئے مکان کرایہ پر دینے میں کیا قباحت ہے۔ قباحت تو جب ہے کہ وہ زناہ کے لئے کہہ کر کرایہ پر لے کیوں کہ حرام کاری کے لئے اس نے لیا۔ اور دینے والے کو معلوم ہے میں اس کام کے لئے دے رہا ہوں اور مطلقاً رہائش کرنا حرام نہیں اس کے لئے مکان دینے میں کیا حرج ہے۔

حرام روپے سے قرض ادا کرنے کے شرعی حکم سے ان کی بیخبری

۲۔ سود، رشوت، شراب، رنڈی وغیرہ کا حرام روپیہ اور مال بعینہٖ یا اس کے بدلے میں کوئی چیز خرید کر نیک کام مسجد مدرسہ عرس میلاد فاتحہ میں لگانا حرام ہے۔ اور اگر قرض لے کر یہ نیک کام کرے پھر قرض لے کر یہ نیک کام کرے پھر قرض اس حرام مال سے ادا کر دے تو یہ نیک کام درست ہو جائیں گے ان میں کوئی خرابی نہیں پیدا ہوگی۔

ناظرین! یہ مسئلہ خود ان جاہل محققوں کے قطب مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتاویٰ رشیدیہ مبوب میں صفحہ ۲۹۸ پر موجود ہے۔ نیز اس مسئلہ سے لوگوں کو فریب دینا یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ یہ لوگ اپنی جماعت کے فتووں سے بھی جاہل ہیں۔ اگر جانتے ہیں تو پھر یہ بدترین عیاری اور فریب ہے اور نہایت بے ضمیری کا مظاہرہ ہے۔

فتاویٰ عبدالحی جلد اول صفحہ ۲۷ اور جلد سوم صفحہ ۱۱۳ میں فتاویٰ عالمگیری کے حوالے سے یہ مسئلہ موجود ہے۔ بلکہ فتاویٰ عبدالحی میں تو یہ حیلہ تبلایا ہے کہ ادھار سے چیزیں خرید کر دعوت کرے پھر زنا و غناء دیگر حرام ذریعوں سے حاصل کئے جانے والے مال سے قرض ادا کرے۔

حقہ کے پانی سے وضو کرنے کے حکم پر جاہلانہ یا وہ گوئی ۲

(۲۱) کے عنوان سے احکام شریعت حصہ سوم سے مندرجہ ذیل مسئلہ نقل کر کے فریب دہی کی عادت پوری کی ہے۔

ملاحظہ ہو!

(۲۱) حقہ کے پانی سے وضو۔ احکام شریعت صفحہ ۱۸۵ حصہ سوم میں ہے۔

مسئلہ:۔ حقہ کے پانی سے وضو جائز رکھا گیا ہے وہ کون سی حالت اور کس وقت پر ہے۔

الجواب:۔ جب آبِ مطلق اصلاً نہ ملے تو یہ پانی بھی آبِ مطلق ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے تیمم ہرگز صحیح نہیں اور اس تیمم سے نماز باطل"

ف:۔ دیکھا کیسا بدبودار فتویٰ ہے۔ کیا کوئی شریف انسان اس تعلیم کو اختیار کرے گا۔ (چہل مسئلہ صفحہ ۳۱-۳۲)

ناظرین! فتویٰ کے الفاظ کو غور سے دیکھیں مجدد علیہ الرحمۃ نے اضطراری حالت کا حکم تبایا ہے کہ شرعی طور پر کوئی اور پانی نہیں ملتا اور حقہ کا پانی موجود ہے۔ اس پانی کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں ایسے تیمم سے نماز باطل ہے۔ کیونکہ حقہ کا پانی بھی آبِ مطلق ہے۔ بشرطیکہ کسی نجاست سے پلید نہ ہو۔ صرف تمباکو کے دھوئیں کے اس پر گذرنے سے وہ پانی پلید نہیں ہوتا۔

یہ مسئلہ ان اندھے محققوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی لکھا ہے۔

مسئلہ:۔ حقہ کے پانی کو بھی عوام ناپاک سمجھتے ہیں۔ اگرچہ اس سے بچنا نظافت کے لئے ضروری ہے۔ لیکن اس سے نجس ہونا لازم نہیں آتا۔ (اغلاط العوام مصنفہ اشرف علی تھانوی صفحہ ۷) (عرف غلط مسئلے)

ہم پوچھتے ہیں کہ ان کے نزدیک مولوی اشرف علی تھانوی یہ مسئلہ لکھ کر کیا شریف انسان رہا یا نہیں۔ اور یہ مسئلہ بدبودار لکھا ہے۔ یا کہ.....

ان کو کتب کے مطالعہ یا صحیح بات کی تلاش سے تو واسطہ ہی نہیں۔ یہ تو اختلافات بڑھانے کے لئے تقریریں تالیفیں ندیں کرتے ہیں۔

میں حیران ہوں ان کے کھلے سیاہ کردار کے باوجود ان پر جو لوگ اعتماد کرتے ہیں۔ ان کی کیا حالت بنے گی اور حشر کیا ہوگا۔

باقی رہا حقہ کے جواز کا مسئلہ ان کو خدا تعالےٰ دیکھنے کے لئے آنکھیں عطا فرما دیں تو فتاویٰ رشیدیہ مبوب ص۴۸۱-۴۸۸۔ ص۴۹۰ فتاویٰ عبدالحی ص کو دیکھیں تو ان کو آنکھوں کی بینائی مل جائے گی اور اس کے بعد بات کرنے سے پہلے تحقیق کر لینے کا راستہ ان کو مل جائے گا۔ بزرگوں سے حسد کی نحوست اور ان کی توہین کی نحوست اپنے چہروں پہ چھائی ہوئی نظر آجائے گی اس پر اس سے زائد کچھ لکھنا زائد از ضرورت ہے۔

ایک ہی سلام سے چھ رکعت مؤکدہ نفل پڑھنے کے شرعی حکم سے معترضین کی جہالت

(۲۲) مسئلہ کے عنوان سے اعلیٰحضرت کی تصنیف لطیف الوظیفہ الکریمیہ سے ایک مسئلہ نقل کر کے اس پر طعن کی عادت پوری کی ہے اور نقہ سے اپنی جہالت کا معنوی طور پر اقرار کر لیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

نماز مغرب کے بعد فرض پڑھ کر چھ رکعتیں ایک ہی نیت سے ہر دو رکعت پر التحیات درود و دعا اور پہلی و تیسری، پانچویں سبحانک اللّٰھم سے شروع کرے۔ ان میں پہلی دو سنت مؤکدہ ہوں گی۔ باقی چار نفل یہ صلوٰۃ اوابین

ہے۔ (وظیفہ کریمیہ)

ف:۔ دیکھا اس مجتہد و مجدد نے کیا عجیب و غریب مسئلہ نکالا کہ ایک ہی نماز سے دو سنتیں مؤکدہ نکال لیں اور چار نفل کیا یہی اجتہادات ہیں جن کی بنا پر دوسرے اہل حق کو کافر و مرتد کہا ہے۔ (چہل مسئلہ ص۳۳۶-۳۳۷)

ہم اس پر کچھ اور لکھنا غیر ضروری سمجھتے ہیں صرف ان محققوں کو یہ مشورہ دیں گے کہ اہل دیوبند سے تو تمہیں اتنی مدت میں سوائے دشنام طرازی و طعنہ بازی اور بزرگوں کے حق میں توہین و گستاخی و کذب بیانی و فریب و مکاری کے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ اب کچھ روز اہل سنت و جماعت اور خصوصاً اعلیٰحضرت مجدد مائۃ حاضرہ عظیم البرکت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے کسی ادنےٰ سے خادم کے پاس تفسیر و حدیث اور خصوصاً فقہ اسلامی یا کم از کم درمختار، رد المحتار، شامی ہی پڑھیں تو یہ مسئلہ اور دیگر مسائل آپ کو بالیقین حاصل ہو جائیں گے اور پھر اخلاص کے ساتھ بزرگوں کا ادب اور دین نبوی کی صحیح تبلیغ کرنے کا راستہ بھی تمہیں نظر آجائے گا فتاویٰ میں سے متداول فتاویٰ شامی رد المحتار کا مطالعہ بھی جن کو نصیب نہیں ان کو رہنمایان اسلام اور پاک ہستیوں کے منہ آنے کی کوشش کرنے سے شرم آنی چاہیئے۔ رد المحتار، شامی ص۴۶۸ میں یہ مسئلہ کسی سے پڑھوا کر معلوم کر لیں۔

یہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کس چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

اوقات مکروہ کے شرعی حکم سے معترضین کی جہالت

پھر مسئلہ ۲۳ کے عنوان سے اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کے وظیفہ کریمہ سے ایک عبارت نقل کرکے اس کو نیا اجتہاد بتلایا ہے۔

ملاحظہ ہو۔

(۲۳) جن تین وقتوں میں نماز ناجائز ہے، تلاوت بھی مکروہ ہے (وظیفہ کریمہ)

ف:۔ یہ نیا اجتہاد ہے۔ تلاوت قرآن کی کراہت کے کیا معنی سجدہ تلاوت مکروہ ہے نہ کہ نفس تلاوت (چہل مسئلہ)

ان صدری محققوں کو فتاویٰ فقیہہ دیکھنے کی توفیق نہیں ملی تو کم از کم درسی کتب فقہ و اصول بھی نہیں پڑھی۔ جو شخص جاہل ہونے کے ساتھ ساتھ کم عقل بھی ہو۔ اس کا یہ کام ہے کہ اپنی جہالت و قصور علمی کو نہیں دیکھتا اور دوسرے لوگوں کو غلطی پر بتلاتا ہے۔ یہ لوگ کس قدر جہل مرکب کا شکار ہیں۔ ایسے لایعنی محققوں کے سامنے فتاوے سے مسائل پیش کرنا غیر ضروری خیال کرتے ہوئے اسی پر اکتفا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ضرورت محسوس ہوئی تو اس پر نقل پیش کرنے کے علاوہ انشاء اللہ اصولی گفتگو بھی ہم کریں گے۔ فی الحال یہ حق ہم محفوظ رکھتے ہیں۔ مسئلہ شامی ۲۷۵/۱ پر ہے۔

بوسہ قبر میں عوام و خواص کا فرق اور اس پر معترضین کی بددیانتی

پھر مسئلہ ۲۴ کے عنوان سے احکام شریعت سے ایک مسئلہ نقل کرکے اس سے جو فریب دیا ہے، وہ اپنی جگہ ان فریب کار محققوں کی عیاری اور کذب بیانی کی ایک مستقل دستاویز ہے۔ ملاحظہ ہو!

(۲۴) بلاشبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے۔ اور غیر خدا کو سجدہ

ہماری شریعت میں حرام ہے۔ اور بوسہ قبر میں علماء کو اختلاف ہے اور منع ہے، یہ وہ ہے جس کا فتویٰ عوام کو دیا جاتا ہے اور تحقیق کا مقام دوسرا ہے۔ (احکام شریعت سوم)

ف:۔ دیکھا عوام کے لئے اور فتویٰ اور خواص کے لئے اور گویا ان کے نزدیک یہ سجدہ طواف، بوسہ وغیرہ جائز ہے۔ استغفر اللہ۔

(چہل مسئلہ ص ۳۳)

ناظرین! اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کی عبارت کو غور سے پڑھیں۔ آپ نے تو غیر کعبہ کا طواف تعظیمی ناجائز اور غیر خدا کو سجدہ حرام فرمایا ہے۔ اور بوسہ قبر کو اختلافی فرما کر زیادہ احتیاط اس میں ارشاد فرمائی کہ بوسہ قبر منع کیا جائے۔ اسی کے متعلق فرمایا کہ یہ وہ ہے جس کا فتوے عوام کو دیا جاتا ہے۔ اور ان فریب کار محققوں نے طواف و سجدہ و بوسہ قبر کو گڈمڈ کرکے یہ تاثر دیا کہ ان یعنی اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کے نزدیک گویا یہ تینوں جائز ہیں۔ اسی فریب دہی کے لئے اس عبارت کا کچھ حصہ حذف کر دیا۔ اگر وہ حصہ بھی یہ لوگ نقل کر دیتے تو یقیناً ان کے جھوٹ کا بھانڈا پھوٹ جاتا۔ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ خصوصاً مزارات طیبہ اولیاء کرام ہمارے علماء نے تصریح فرمائی ہے۔ کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ پر کھڑا ہو۔ یہی ادب ہے پھر تفصیل کیونکر متصور یہ وہ ہے جس کا فتویٰ عوام کو دیا جاتا ہے۔ تحقیق کا مقام دوسرا ہے۔ (احکام شریعت)

اب انصاف ناظرین پر ہے کہ عوام کے لئے فتویٰ کا تعلق طواف و سجدہ سے بھی ہے یا کہ صرف بوسہ قبر سے متعلق ہے۔

ان دیانتدار محققوں کا یہ کس قدر فریب اور کذب بیانی ہے کہ تینوں کو اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کے نزدیک جائز ہونا بتلایا ہے۔ مجدد علیہ الرحمۃ نے تو ایک مستقل کتاب بھی اس موضوع پر تصنیف فرمائی ہے کہ سجدۂ تعظیم حرام ہے۔

رہا عوام و خواص کا فرق کہ عوام کے لئے اور فتوے اور خواص کے لئے اور تو کتب فقہ بلکہ ان کے لئے اپنے مسلّمہ فتاویٰ رشیدیہ و فتاویٰ امدادیہ میں اس کی مثالیں بہت سی موجود ہیں۔ بطور نمونہ ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ باقی ہم محفوظ رکھتے ہیں۔ بوقت ضرورت پیش کی جائیں گی۔

سوال :- یا رسول اللہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب :- عوام کو منع کرنا چاہیئے۔ ۹ رجب ۱۳۲۵ھ (فتاویٰ اشرفیہ)

عوام اور خواص کے فرق پر طعن کر کے ان جہالت مآبوں نے فقہ اسلامی اور قواعد اسلامیہ فطریہ سے بھی جاہل ہونے کا اعتراف کر لیا ہے۔ یا جان بوجھ کر کذب بیانی سے کام لیا ہے۔

حالانکہ ادنیٰ سی سمجھ رکھنے والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے خواص کی عملدرآمد میں جو احتیاط اور حقیقت فہمی ہوتی ہے۔ عوام سے اس کی توقع نہیں۔ اس فرق کو نہ سمجھنا اسی آدمی سے ہو سکتا ہے جو علم دینی تو درکنار معمولی سمجھ بوجھ سے بھی محروم ہو۔

لطیفہ :- فتاویٰ امدادیہ کے مذکورہ بالا حوالہ سے یہ مسئلہ بھی صاف ہو جاتا ہے۔ کہ خواص کے لئے یا رسول اللہ کہنا جائز ہے، منع جو کیا جاتا ہے تو صرف عوام کو۔

اب علماء دیوبند اگر عوام سے ہیں تو ان کے لئے ممنوع ہوا۔ اور پھر فتوے نویسی و دینی رہنمائی کے وہ اہل نہیں۔ کیونکہ وہ زمرۂ عوام میں ہیں۔ اگر خواص میں سے ہیں تو یا رسول اللہ کہنا ان کے لئے ممنوع نہ ہوا بلکہ جائز ہوا۔ اور وہ کہتے ہیں کہ پھر اس کو شرک قرار دینا ایمان کو کفر اور جائز کو ناجائز، حلال کو حرام قرار دینا ہوا۔ جو بالاتفاق کفر ہے۔ یہ ہے بزرگوں سے حسد کی نحوست، شرک و کفر کا فتویٰ کس پر عائد ہوا۔

سمت قبلہ میں اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کے بیان کو خرد برد کر کے فریب دہی کی کوشش

پھر مسئلہ ۲۵ کے عنوان سے جو مسئلہ نقل کیا ہے حسب عادت کذب بیانی کر کے اس سے بھی فریب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

ملاحظہ ہو!

(۲۵) اگر مصلّی کا میلان قبلہ سے ۴۵ درجے کے اندر تھا تو نماز ہو گئی۔

ف :- یہ کہاں کا مسئلہ ہے، شمال و مغرب کے درمیان تو ۹۰ درجے کا فاصلہ ہے۔ گویا عین نصف شمال و مغرب میں نمازی نماز پڑھنے لگے تو جائز ہے۔ (چہل مسئلہ ۳۳)

ناظرین :- اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے ۴۵ درجے کے اندر نماز ہو جانے کا ارشاد فرمایا۔ جو کہ ان کی نقل کردہ عبارت میں صریح موجود ہے۔ لیکن یہ عقل کے اندھے ہیں، جو ۴۵ درجے کو عین نصف شمال و مغرب ہے پر نماز ہو جانا بتلا

رہے ہیں۔ انکو اتنا بھی معلوم نہیں کہ ۴۵ درجے کے اندر اور عین ۴۵ درجے دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ یہ کس قدر کذب بیانی اور لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنا ہے۔ اعلیٰحضرت علیہ الرحمتہ کے ملفوظ شریف میں سے جو جملہ ان دیانتداروں نے نقل کیا ہے وہ پورا نقل کر دیتے تو مزیدان کا فریب ننگا ہو جاتا۔ پورا جملہ یوں ہے۔

"اگر مصلی کا میلان ۴۵ درجے کے اندر تھا تو نماز ہو گئی اور اگر زیادہ تھا تو باطل۔"

اس سے پہلے صفحہ پر ہے۔

اس قدر خم نہ کرے کہ ۴۵ درجے کسی جانب مائل ہو جائے ۴۵ درجے کے قریب تک اجازت ہے۔

دیکھو لعنت الٰہیہ اور دنیوی و شرمساری اور عذاب آخرت سے بخوف ہو کر ان منافق دیانتداروں نے اعلیٰحضرت علیہ الرحمتہ کی ان سب صراحتوں کو کس طرح خورد برد کر کے جھوٹا الزام تراشنے کی کوشش کی ہے۔

لطف یہ ہے، جتنا حصہ ملفوظ شریف کا نقل کیا ہے اس میں یہ لفظ صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ کعبہ سے ۴۵ درجے کے اندر میلان ہو تو نماز ہو جائے گی۔ پھر بھی عین ۴۵ درجے پر نماز جائز ہونا آپ کی طرف کذب بیانی سے منسوب کر رہے ہیں۔

عجب شرم ان کو مگر نہیں آتی

ایک مبتدی بھی یہ جانتا ہے کہ کتب فقہ میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ مکی کے لئے

عین کعبہ پر نماز میں رخ کرنا ضروری ہے۔ اور دوسرے لوگوں کو نماز میں جہت کعبہ کی طرف رُخ کرنا کافی ہے۔ اور جہت کعبہ کعبہ سے دائیں بائیں ۴۵، ۴۵ درجے کے اندر ہے۔

آگے لکھا ہے:۔

کیا یہ مسئلہ بغداد شریف کی طرف (جو مابین شمال و مغرب ہے) نماز پڑھنے کے لئے تو نہیں نکالا جس کی طرف غالی اب نماز نفل پڑھنے لگے ہیں۔ (چہل مسئلہ ۳۴)

یہ کس قدر شرمناک اور سفید جھوٹ ہے۔ لعنتہ اللہ علی الکاذبین۔ ان کا مقصد صرف لوگوں کو گمراہ کرنا ہے۔ خواہ لعنت اور عتاب آخرت خرید کر ہی یہ مقصد ہاتھ آئے۔

خدا تعالےٰ ان لوگوں کو سوچنے کی توفیق عطا فرمائے جو ان جاہل اور فریب کاروں پر اعتماد جمائے ہوئے ہیں۔

غیر مقلدوں نے سرفراز صاحب گکھڑوی (جو کہ چہل مسئلہ کو اپنے ذمے لینے والے ہیں) کو بالکل درست راس المحرفین کا خطاب دیا ہے۔ اس میں ذرہ بھر مبالغہ یا زیادتی نہیں۔

جنبی فجر کو دیر سے اُٹھے تو؟

پھر مسئلہ ۲۶ کے عنوان سے احکام شریعت دوم سے جو مسئلہ نقل کیا ہے وہ کتب فقہ میں موجود ہے۔ لیکن بزعم خود محققوں نے اس مسئلہ پر بھی حسب عادت

اپنی جہالت کی وجہ سے طعن کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

(۲۶) مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو غسل کی حاجت ہے۔ اگر وہ غسل کرتا ہے تو فجر کی نماز قضا ہو جاتی ہے۔ تو ایسی حالت میں کیا کرے۔ بینوا و توجروا۔

الجواب:۔ تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور غسل کر کے پھر اعادہ کرے۔

(احکام شریعت دوم)

ف:۔ یہی مسئلہ عرفانِ شریعت ص۱۷ پر بھی لکھا ہے، یہ کہاں کا مسئلہ ہے کہ غسل جنابت کی ضرورت ہو اور اچھا بھلا آدمی ہو تو وہ تیمم کر کے نماز فجر ضرور پڑھ لے پھر فجر کی کیوں تخصیص اور اعادہ کی کیوں ضرورت معذور آدمی کے لئے تو اس کی اجازت ہے۔ دوسروں کے لئے کہاں ہے۔ لازم تھا کہ مرض وغیرہ کا عذر بیان ہوتا۔ (چہل مسئلہ ص۳۴)

ان جاہل محققوں کی کتب فقہ سے جہالت اور کورا ہونے کی یہ مستقل دستاویز ہے۔ چہل مسئلہ کا مذکورہ بالا فے:۔ اور اس کے بعد کی عبارت کا ایک ایک لفظ ان بدبختوں کی بے علمی اور فقہ سے جاہل ہونے کا اعلان کر رہا ہے۔

وضو یا غسل کرنے سے نماز کا وقت فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو کیا تیمم کر کے نماز وقت میں ادا کرے یا کہ وضو یا غسل کر کے ہی نماز پڑھے۔ اگرچہ نماز قضا ہو جائے تیمم نہ کرے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ اس مسئلہ میں حنفی فقہا کا اختلاف ہے۔ ایسی صورت میں احتیاط اس میں ہے کہ سب کے نزدیک نماز درست ہو جائے باطل نہ ہو۔ اور ذمہ میں گناہ لازم نہ آئے۔

فقہا نے اس کا طریقہ یہ بتایا کہ تیمم سے نماز ادا کرے پھر وضو یا غسل کر کے بعد میں اعادہ کرے۔ جن کے نزدیک ایسی صورت میں تیمم درست نہیں اس صورت میں ان کے نزدیک بھی نماز درست ہو گئی۔ مگر ان اندھے محققوں کو تو طعن کرنے سے غرض ہے تاکہ لوگ گمراہ ہوں تحقیق تو اہل علم و دیانت کا حصہ ہے۔

رہا یہ طعن کہ نماز فجر کی کیوں تخصیص کی ہے تو ان گستاخی کی شامت تلے دبے ہوئے بدنصیبوں کے اتنے بھی ہوش و حواس کام نہیں دے رہے کہ یہ دیکھ سکیں نماز فجر کی تخصیص تو سائل کے سوال میں ہے نہ کہ مجدد علیہ الرحمۃ کے جواب میں پھر سائل اپنی پیش آمدہ صورت کے بارے میں سوال کرے تو اس پر کوئی کم عقل ہی اعتراض کرے گا۔ یہ لوگ بزرگوں کی شان میں گستاخیوں کی نحوست میں حس مشترک سے بھی محروم ہو چکے ہیں۔ بلکہ بصیرت اور بصارت دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ یہ مسئلہ اگر فتاوی سے ان کو نہ ملے تو ہمیں لکھیں ہم ان شاء اللہ بزرگوں کے فیضان سے ان کو کتب فتاوی سے نکال کر دکھا دیں گے۔

دف بجانے کا مسئلہ

پھر مسئلہ ۲۷ کے عنوان سے عرفانِ شریعت سے جو مسئلہ نقل کیا ہے اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو قابلِ اعتراض ہو مسئلہ یہ ہے۔

(۲۷) مسئلہ شادی میں دف بجوانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ دف کی اجازت ہے۔ جب کہ اس میں جھانج نہ ہوں اور مرد یا عزت دار عورتیں نہ بجائیں (عرفانِ شریعت)

ہمارے پاس عرفانِ شریعت اس وقت نہیں ورنہ پوری عبارت عرفانِ شریعت سے ہم نقل کر کے ناظرین کو ان کے فریب سے آگاہ کرتے تاہم ان کی نقل کردہ عبارت ناظرین کے سامنے ہے۔ اس میں کونسی قابلِ اعتراض بات ہے۔ مگر ان کو جو بات قابلِ اعتراض نظر آئی وہ بھی ملاحظہ ہو!

ف:۔ یہ عجیب فتوے ہے، جب دف جائز ہے تو مردوں کے لئے کیوں حرام ہے۔ کیا عزت دار عورتوں کے بجائے بے عزت اور فاسق عورتوں سے بجوایا جائے۔ (چہل مسئلہ ص۳۴، ۳۵)

ناظرین ذرا ان سر پھرے محققوں کے سوچنے کا انداز ملاحظہ کریں۔ کس قدر بیہودہ اعتراض سوچا اور پھر یہ کتنی صریحاً کذب بیانی ہے کہ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ مردوں کے لئے حرام ہے۔ مجدد علیہ الرحمۃ کے الفاظ آپ کے سامنے ہیں۔

آپ نے تو فرمایا کہ "مرد یا عزت دار عورتیں نہ بجائیں۔"

یعنی ان کو بجانا مناسب نہیں۔ یہ مطلب کیوں نہیں لیا گیا؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فریب کاری ان کو گھٹی میں ملی ہے۔

نیز مجدد مائۃ حاضرہ علیہ الرحمۃ کے اس فرمان پر کہ مرد یا عورتیں عزت دار نہ بجائیں اگر ان کو اعتراض ہے اور اس پر مُصر ہیں کہ عزت دار عورتوں کے بجائے بے عزت اور فاسق عورتوں سے کیوں بجوایا جائے۔ تو عالیجناب آپ اگر بہ کنبہ عزت دار ہیں تو صاحبزادے یا کسی اور فرد کنبہ کی شادی پر آپ خوشی سے اس پر عمل کریں کم از کم آپ کے قول و فعل میں یکسانیت کا عملاً مظاہرہ تو ہوا کہ دف عزت دار عورت

یا مرد ہی بجائے۔ آگے دلیل یہ پیش کی ہے۔

حدیثِ ترمذی میں تو مردوں کو ارشاد نبوی ہے کہ:۔

اعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد واضربوا عليه بالدفوف۔

ترجمہ:۔ یعنی نکاح کا اعلان کیا کرو اور مسجدوں میں اس کو کیا کرو۔ اور اس پر دف بجایا کرو۔ (چہل مسئلہ ص۳۵)

کیسا عجیب اور جاہلانہ استدلال ہے۔ اگر مذکر کے خطاب سے صرف مردوں کو ہی حکم ہوتا ہے۔ کُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ، تم پر روزے لازم کئے گئے اور اس کے علاوہ اکثر احکام شرعیہ جو مذکر کے خطاب سے وارد ہوئے ہیں، وہ صرف مردوں کیلئے ہوں عورتوں کو چھٹی ہو جائے۔ استغفر اللہ۔

یہ جہالت کے انبار ان کے نزدیک تحقیق ہیں، معلوم نہیں انکو محقق اور دیانتدار کا خطاب کس نے دیا۔ ان پر اعتماد کرنے والوں کو خدا تعالےٰ سوچنے کی توفیق عطا فرمائے ایسی تحقیقوں سے ہی دینِ اسلام اور ناموسِ بزرگانِ دین کو نقصان پہنچا۔

زن و شوہر کا باہم چھونا

پھر مسئلہ ۲۸ کے عنوان سے احکامِ شریعت سوم سے ایک مسئلہ نقل کر کے جو تحقیق کے گل کھلائے ہیں، وہ ان کی جہالت کا کھلا ثبوت ہے۔ مسئلہ یہ نقل کیا ہے:۔

(۲۸) زن و شوہر کا باہم ایک دوسرے کو حیات میں چھونا مطلقاً

جھوٹے کام کے جوتے کے حکم پر جاہلانہ اعتراض

(۳۰) کے عنوان سے جو مسئلہ نقل کیا ہے۔ اس سے نہ معلوم ان کا کیا مقصد ہے بظاہر کوئی وجہ پیش نہیں کی اس مسئلہ سے جاہل ہونے کا اظہار کر دیا ہے۔ ملاحظہ

(۳۰) مسئلہ:۔ جھوٹے کام کا جوتا مردوں کو پہننا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ ظاہر یہ ہے واللہ اعلم عند اللہ کہ جھوٹے کام کا جوتا مرد زن سب کے لئے مکروہ ہونا چاہیئے۔" آگے لکھا ہے۔"

ہاں سچے کام کا جوتا عورتوں کے لئے مطلقاً جائز ہے۔ اور مردوں کے واسطے الخ

ف:۔ یہ عجیب مسئلہ ہے کہ جھوٹا کام تو مکروہ اور سچا جائز ہے۔

(چہل مسئلہ ص۳۶)

یہ مسئلہ عجیب معلوم نہ ہوگا جب فقہ و اصول فقہ کو یہ لوگ پڑھ لیں گے۔ جہال کو اپنی جہالت کی بنا پر کئی فقہی مسائل عجیب لگتے ہیں۔ ان پڑھے لکھے جاہلوں سے تو ان پڑھ اچھے ہیں۔ کہ جو مسائل فقیہہ کو وجہ و علل و فلاسفی معلوم نہ ہونے کے باوجود بلا چون و چرا تسلیم کر لیتے ہیں۔

اگر ان کے پاس مجدد علیہ الرحمۃ کے بیان کردہ مسئلہ کے خلاف کوئی فقہی تصریح تھی تو پیش کرنی چاہیئے تھی۔ صرف یہ لکھ دینا کہ "یہ عجیب مسئلہ ہے" فقہ سے جہالت کے اظہار سے زیادہ کوئی معنی نہیں رکھتا۔ ہمارا ہمدردانہ مشورہ یہ ہے کہ رد المحتار شامی کا مطالعہ کریں۔ ورنہ ہمیں لکھیں یا کسی سے پڑھیں، یا کسی سے پڑھ

لیں۔ مجدد علیہ الرحمۃ نے جھوٹے اور سچے کام کی ماہیت بھی وہاں بیان کر دی ہے۔ اور پھر رد المحتار شامی اور فتاویٰ عالمگیری سے اسکا فقہی حکم بھی بیان فرما دیا ہے۔ مگر حاسد عنید ٹھگ بازی کی عادت میں دیانت اور انصاف سے عاری ہوتا ہے۔

کافروں کی ہولی دیوالی کا کھانا

(۳۱) کے عنوان سے ملفوظات شریف سے جو مسئلہ نقل کیا ہے وہ چونکہ دیوبندیوں کی تاریخی ہندو نوازی مسلمان دشمنی اور کٹر کانگریس ذہنیت کے سخت خلاف ہے اس لئے ان کو عجیب اور قابل اعتراض معلوم ہوا ہے۔ مسئلہ یہ ہے:۔

(۳۱) غرض کافر جو ہولی دیوالی میں مٹھائی وغیرہ بانٹتے ہیں مسلمانوں کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد:۔ اس روز نہ لے، ہاں اگر دوسرے روز دے تو لے لے۔ نہ یہ سمجھ کر کہ ان خبثا کے تہوار کی مٹھائی ہے۔ بلکہ مال موذی نصیب غازی سمجھے (ملفوظات اول)

اس مسئلہ کا ایک ایک لفظ مسلمانوں کے ایمان دینی غیرت غیر مذاہب سے امتیاز اور ان کی لغو اور مشرکانہ رسوم سے پرہیز کرانے کا کس قدر علم ہے۔ نیز ان محققوں کے مسئلہ فتاویٰ عبدالحی میں بھی یہ مسئلہ درج ہے۔ مگر ان کی جہالت دیکھئے یہ لکھتے ہیں!

ف:۔ یہ عجیب معاملہ ہے کہ پہلے دن تو حرام اور دوسرے دن حلال اور پھر لے کر بھی ان سے بہ اخلاق برتے کہ وہ خبیث اور موذی ہیں اور یہ مسلمان مفت میں غازی بن گیا۔ اور کتاب و سنت سے دلیل بیان نہ کی۔ (چہل مسئلہ ص۳۷)

کس قدر یہ لوگ جاہل یا فریب کار ہیں کیا "نہ لے" سے حرام ہی ہمیشہ مراد ہوتا ہے۔ نیز ہندوؤں کو خبیث اور موذی کہنے پہ ان دیانت داروں اور خدا خوف کو غصہ لگا ہے، کیوں؟

یہ لوگ کانگریسی ہونے کی وجہ سے ہندو مسلم بھائی بھائی کا نعرہ لگانے والے اور مسلمانوں کو مشرک قرار دینے والے ہیں۔ تحریک پاکستان کی بھی ان لوگوں نے اسی لئے مخالفت کی تھی۔ ان کو ہندو طیب اور مسلمانوں کے ہمدرد و غمخوار نظر آتے ہیں۔ اور ان کو خبیث اور موذی ماننے پر تیار نہیں۔ اسی لئے ہولی و دیوالی کی ہر چیز ہندوؤں سے لے کر کھانا ان کے نزدیک جائز ہے۔ اور امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایصالِ ثواب کے لئے محرم شریف میں دودھ شربت کی سبیل ان کے نزدیک حرام ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

لیکن اہلِ حق کو ہندو کے خبیث اور موذی ہونے میں کوئی ذرہ بھر بھی شک نہیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ۔ مشرک کافر پلید اور خبیث ہیں۔ اُولٰئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ۔ یعنی مشرک کافر جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور۔ لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۚ مومن مسلم کے ماسوا کوئی رازدار مت بناؤ وہ تمہیں نقصان پہنچانے میں کمی نہیں کریں گے۔

نیز ہندوستان و کشمیر میں مسلمانوں پر ہونے والے ظلم ہندوؤں اور غیر مسلموں کے خبیث و موذی ہونے کی ایک مکمل داستان و دستاویز ہے۔

ہولی دیوالی مشرکانہ رسوم پر مشتمل ہے۔ یہ کھانے اس روز لینے میں مسلم کی مشرکوں کی ان رسوم بد میں شرکت بجائے خود ایک قبیح فعل ہے۔ اور اس سے پیدا ہونے

والے برے نتائج اس پر مستزاد ہیں۔ مفتی کی نگاہ میں یہ سب چیزیں ہوتی ہیں۔ اور دوسرے روز مال موذی نصیب غازی سمجھ کر لینے میں ایسی کوئی قباحت پیدا نہیں ہوتی۔ یہ لوگ چونکہ ہندو دھرم کو اسلام کے لئے مضر نہیں سمجھتے اور ہندوؤں کو مسلمانوں کا بھائی تسلیم کر چکے ہیں۔ ان کے لئے واقعی یہ مسئلہ عجیب ہے۔ اور انہوں نے ہولی دیوالی کے کھانے اور اس روز ہندوؤں سے مل کر کھانے کا فتوے دے دیا۔ ایسے لوگوں سے مسلمانوں کی غیرت و آن کو اور اسلام کے ناموس کو جو دھچکا لگا ہے اس کا ازالہ صدیوں تک مشکل ہے۔

بے زیور عورت کی نماز

(۳۲) کے عنوان سے عرفانِ شریعت سے مسئلہ نقل کر کے ان خانہ ساز محققوں نے اس پر طعن کرنے میں جہالت کے پلندے جوڑنے میں انتہا کر دی ہے۔

ملاحظہ ہو!

(۳۲) کراہت نماز بغیر زیور:۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا عورت کا بے زیور نماز پڑھنا مکروہ جانتیں۔

(عرفانِ شریعت)

ف:۔ اس روایت کی تصحیح وغیرہ کے متعلق کچھ نہیں کہا۔ صرف مجمع البحار کا حوالہ دے دیا۔ کتاب مذکور کو دیکھا گیا۔ مگر وہاں بھی کتاب حدیث اور اس کی صحت وغیرہ کا ذکر ندارد۔ پس کتب فقہ سے اس کی کراہت شرعی ثابت کرتے۔ بظاہر اصولِ شریعت ایسی

نماز کو مکروہ نہیں کہیں گے۔ (چہل مسئلہ ۳۷)

ناظرین! دیکھ لیا آپ نے یونہی اِدھر اُدھر کی باتیں لکھ کر اعتراض دکھا دیا۔ کوئی بات ہو تو کریں۔ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے حدیث شریف ذکر فرمائی ہے۔ اس پر آپ سے یہ مطالبہ ہو سکتا تھا کہ حدیثِ پاک کس کتاب میں ہے۔ سو وہ مطالبہ آپ نے پورا کر دیا۔ جیسا ان کو بھی اعتراف ہے۔ "مجمع البحار" کا حوالہ دے دیا۔ اور اس میں حدیث شریف موجود ہے۔ رہا یہ امر کہ مجمع البحار میں اس حدیث کے ساتھ کسی کتاب کا حوالہ نہیں اور نہ ہی صحت وغیرہ کا ذکر ہے۔ تو یہ اعتراض مجمع البحار کے مصنف پہ ہوا نہ کہ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ پر بزرگوں کے حسد میں کس قدر اندھے ہوئے بیٹھے ہیں۔ مصنف مجمع البحار پر بھی اعتراض کر دیا۔ کیا یہ کتاب حدیث نہیں اور اس کے مصنف سے بھی ان کو عناد ہے۔ دیکھو ان کو کسی معتبر سے معتبر کتاب پر بھی اعتماد نہیں۔

پھر ان کی گستاخی اور دوسری یا جہالت کی اور بدتریں مثال دیکھئے کہ جناب عائشہ صدیقہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالےٰ عنہا پر بھی طعن اور اعتراض کر دیا کہ کتب فقہ سے کراہت شرعی ثابت کرتے بظاہر اصولِ شریعت ایسی نماز کو مکروہ نہیں کہیں گے۔ جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا مجتہدہ ہیں۔ بغیر زیور نماز کو مکروہ جاننے کے لئے ان کے لئے اپنی دلیل اور اس کی بنا پر اجتہاد معتبر نہیں تھا؟ نیز اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کی عبارت میں مطلقاً مکروہ جاننے کا ذکر ہے۔ اس سے کراہت شرعی کیسے نکلی۔ کراہت لغوی کیوں مراد نہیں ہو سکتی؟ جس کا معنی یہ ہے کہ آپ کو بغیر زیور نماز پڑھنا اچھا نہ لگتا۔ عورتوں کو آپ تاکید فرماتیں کہ

اہتمام کے ساتھ کپڑے اور زیور پہن کر اس احکم الحاکمین کی بلند بارگاہ میں اپنی عجز و انکساری کا اظہار کریں۔ اس عبارت کے نقل کرنے میں خیانت، خرد برد، کذب بیانی سے کام لیا گیا ہے۔

کیونکہ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے اس موضوع پر بہت سی حدیثیں کتب حدیث کے حوالہ سے وہاں تحریر فرمائی ہیں، مثلاً ابن ماجہ ابن اثیر مجمع البحار وغیرہ جن میں یہ حدیث مرفوع بھی نہایہ ابن اثیر کے حوالہ سے لکھی ہے۔ یا علی مر نساءک لا یصلین عطلاء ترجمہ۔ اے علی اپنی عورتوں کو حکم کر دے کہ زیور سے خالی نماز نہ پڑھا کریں۔ پھر ایک حدیث اس مضمون کی بھی آپ نے وہاں تحریر فرمائی ہے، مرد زیور سے خالی ہوتے ہیں عورتیں زیور سے خالی ہو کر مردوں سے تشبہ نہ کریں۔ باقی سب حدیثوں سے آنکھیں بند۔ ایک ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مکروہ جاننے کا ذکر کرنا پھر ان پر انتہائی بیشرمی سے اعتراض کر دینا کسقدر خیانت اور جناب ام المؤمنین کی شان میں گستاخی اور علم حدیث سے جہالت ہے تمام اس عبارت پر اہل نے جو اعتراض کیا ہے اس اعتراض کا لفظ لفظ کسقدر ذہنی جہالت کا ماتم کرتا ہے ناظرین کو ہم دکھا چکے ہیں۔

صراطِ مستقیم کی دو قسمیں

(۳۳) کے عنوان سے ایک ملفوظ شریف نقل کر کے اس پر جو اعتراض کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ کور باطنی کے ساتھ ساتھ کور چشم بھی ہیں۔ یہ بزرگوں کی شان میں گستاخی کی پھٹکار اور سزا ہے۔ ملاحظہ ہو! (ملفوظ شریف)

(۳۳) صراط مستقیم دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک تو یہ کہ سیدھی چلی گئی جس میں پیچ و خم ہی نہیں۔ مگر واسطہ کی ضرورت ہے۔ کہ بغیر واسطہ، پہنچ ہی نہیں سکتا اور دوسری یہ کہ اٹھا اور سیدھا مقصود تک پہنچا پہلی اور انبیاء اور دوسری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے لئے۔ (ملفوظات دوم)

اس پر ان کی کذب بیانی ملاحظہ ہو!

ف :۔ دیکھو کہ کس قدر غلو ہے اور دیگر انبیاء کی کتنی توہین ہے کیا ان کا راستہ پیچ وخم والا تھا جس کے لئے واسطہ کی ضرورت تھی۔

(پہلی مسئلہ ص۳۷)

ناظرین! اعلحضرت علیہ الرحمۃ کے ملفوظ شریف کے خط کشیدہ الفاظ آپ کے سامنے ہیں کہ صراطِ مستقیم کی ایک قسم وہ ہے جو سیدھی چلی گئی جس میں پیچ وخم ہے ہی نہیں مگر واسطہ کی ضرورت ہے۔ اور یہ قسم دیگر انبیاء علیہم السلام کی ہے لیکن ان دل کے ساتھ آنکھ کے اندھوں کو یہ دکھائی دے رہا ہے اور پڑھ رہے ہیں کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کا راستہ پیچ وخم والا ہے۔ کس قدر سفید جھوٹ اور فریب ہے۔ آگے ہے :۔

توحید ومعرفت کا طریق تو سب کو یکساں تھا۔ ضروری تھا کہ اس مہم بات کی پوری وضاحت ہوتی۔ (پہلی مسئلہ ص۳۷)

بے شک سب نے توحید ومعرفت کا ایک ہی طریق تعلیم فرمایا۔ مگر سب اس طریق کے حصول میں کب یکساں ہیں۔ کیا رسول کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی اُمت کے لئے توحید اور معرفت کا ایک ہی مفہوم و طریق ہونے سے اس کے حصولِ سنت میں بھی سب یکساں ہو جائیں گے؟

اعلحضرت علیہ الرحمۃ نے اس بات کی پوری وضاحت کی ہے۔ جو کہ ان کی خیانت خرد برد کی نذر ہو گئی ہے۔ وہ وضاحت نقل نہ کرنے سے ان کا مقصد فریب

دینا تھا۔ نہ معلوم کہ ان کو اس کذب بیانی اور دھوکہ دینے سے کیا حاصل ہو گا؟

اعلحضرت امام اہلِ سنت مجدد دین وملت علیہ الرحمۃ نے صراط مستقیم کی دو قسمیں ذکر فرما کر اس کی پوری وضاحت کی ہے جو دو صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ خداوند تعالےٰ توفیق مرحمت فرمائے تو ملفوظ دوم سے خود مطالعہ فرمائیں۔ اس کتابچہ کے اختصار کے پیشِ نظر اس وضاحت میں سے ایک جملہ میرے خیال میں نقل کرنا کافی ہو گا۔ ملاحظہ ہو!

اور دوسری طرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہے۔ مطلب یہ کہ اے محبوب بس اٹھو اور مجھ تک چلے آؤ تمہیں کسی توسل کی حاجت نہیں، سب کے لئے وسیلہ تم ہو تمہارے لئے کون وسیلہ ہو۔ (ملفوظات شریفہ دوم ص۷۸) (مطبوعہ نوری کتب خانہ)

ایک صاحبِ نظر وانصاف کے لئے کتنی وضاحت ہے۔ مگر عنادی اور اناڑی کے لئے وضاحت کے دفتر بھی بے سود ہیں۔ یہی مضمون مولوی محمد قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس میں تحریر کیا ہے کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو نبوتیں حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطہ سے حاصل ہوئیں اور آپ کو نبوت بلا واسطہ حاصل ہوئی۔ اعلحضرت علیہ الرحمۃ کی تائید میں ان کے گھر سے ہم نے شہادت پیش کی ہے۔ اس موضوع پر علماء امت مشائخ طریقت محققین کے اقوال بکثرت موجود ہیں۔ جن کو طوالت کے خوف سے ہم محفوظ رکھتے ہیں۔ بوقت ضرورت پیش کئے جائیں گے۔ یہ جاہل محقق اپنے بزرگوں کی کتابوں سے بھی بے

ہیں۔ بحقیق سے ان کا کیا واسطہ وہ تو دور کی بات ہے۔

نمازوں کی قضا کا آسان طریقہ

(۳۴) کے عنوان سے ایک مسئلہ احکام شریعت سے نقل کیا کہ بارہ چودہ سال کی فوت شدہ نماز قضا کرنے کے لئے آسان طریقہ کسی سائل کے پوچھنے پر اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے کم از کم جتنی مقدار سے نماز درست ہو سکتی ہے بیان فرمایا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی تحریر فرمایا کہ "اگر یوں بھی ادا کرے تو جائز ہے"

مگر ان کا فریب دیکھئے، انہوں نے یہ تاثر دیا کہ آپ نے قضا نماز کا طریقہ ہی صرف یہ ارشاد فرمایا۔

کس قدر کذب بیانی ہے۔ "قضا نماز کا طریق" اور "یوں بھی جائز ہے" میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ نیز آپ کی عبارت نقل کرنے میں اسی لئے خیانت کی ہے کہ یہ فریب دیا جا سکے۔ ملاحظہ ہو!

(۳۴) قضا نماز کا طریق:۔

احکام شریعت حصہ دوم، قضاء نماز کی سہولت یہ بیان کی ہے کہ رکوع و سجدہ میں ایک بار تسبیح پڑھ لے۔ فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد شریف کے بعد صرف تین بار سبحان اللہ پڑھے، اور التحیات کے بعد درود و دعا کے بجائے صرف اللھم صل علیٰ محمد و آلہ پڑھے ف:۔ اس کی سند کیا ہے۔ اس سے نماز مکروہ نہ ہوگی۔ اسی اختصار نے تو لوگوں کو دلیر کر دیا ہے۔ (چہل مسئلہ ص ۳۸)

ناظرین! اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کی اصل عبارت یوں شروع ہوتی ہے:۔

اور جس پر قضاء نمازیں کثرت سے ہوں وہ آسانی کے لئے اگر یوں بھی ادا کرے تو جائز ہے کہ ہر رکوع اور ہر سجدہ میں الخ

(احکام شریعت دوم ص ۱۴۱) (نوری کتبخانہ)

نیز انہوں نے اصل عبارت کا خلاصہ لکھ دیا ہے۔ اس سے بھی اصل الفاظ غائب کر دیئے ہیں۔

اب اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کی اصل عبارت جو انہوں نے نقل نہیں کی ناظرین کے سامنے ہے۔ انصاف ناظرین پر ہے کیا اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے قضا نماز کا طریق یہ فرمایا ہے۔ کہ ہمیشہ یوں ہی قضاء کرنی چاہئیں۔ یا کہ مخصوص حالت میں قضاء کی آسانی شرع شریف میں جس قدر جواز کی حد تک ہے وہ ارشاد فرمائی ہے؟ آپ تو فرماتے ہیں جس پر قضا نمازیں کثیر ہوں، وہ آسانی کے لئے اگر یوں بھی ادا کرے تو جائز ہے۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے۔ قضا نماز کا اصل طریق اور ہے۔ اور آسانی کے لئے یوں بھی جائز ہے۔ جواز کی حد کثیر مسائل میں فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔ اگر انہوں نے کوئی فقہ کی کتاب پڑھی ہے تو اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے جو نماز جائز ہونے کی حد کم از کم بیان کی ہے وہ کتب فقہ میں موجود ہے۔ اور انہوں نے عمداً مسئلہ معلوم ہوتے ہوئے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے اس پر اعتراض کیا ہے۔ اگر دھوکہ نہیں دیا تو پھر کتب فقہ سے یہ لوگ جاہل ہیں۔ یہ مسئلہ ان کے علم میں ہی نہیں تو اپنی جہالت کا ماتم کرنے کے بجائے اہل علم کی خدمت میں حاضر ہو کر فقہ پڑھیں۔

ان بے چاروں کی حالت قابلِ رحم ہے۔ جو مسائل اعتقادیہ اور عملیہ میں ان پر اعتماد کرتے ہیں۔ وہ سوچیں اور باطل سے رجوع کر کے حق کو قبول کر لیں۔ رہا یہ کہ ملا ایسے اختصار نے لوگوں کو دلیر کر دیا ہے۔" تو یہ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ پر اعتراض نہیں بلکہ بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور فقہا اسلام سلف وخلف سب پر اعتراض ہے۔ ان کی گستاخی کا بھی کوئی ٹھکانہ ہے۔ قیامت کے دن عدالتِ الٰہیہ میں یہ لوگ کیا جواب دیں گے۔

جن احادیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک ایک بار اعضاء وضو دھونے کا ذکر ہے اہلِ علم ان کی یہی توجیہہ کرتے ہیں کہ یہ کم از کم جواز کی حد کا بیان ہے۔ یہ بھی تو اس قسم کا اختصار ہے۔ احادیث وفقہ کی کتب میں اس قسم کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ بطور نمونہ ایک پیش کر دی ہے۔ باقی محفوظ ہیں بوقت ضرورت .....

بزرگوں کی توہین کی ہوس اور خودسری نے ان کی مت ماردی ہے۔ ان کی ہفوات کی قطاریں تحقیق وعلمیت کے جواہر پارے ہوتے ہیں۔ استغفر اللہ!

کھانا کھانے کا مسنون طریقہ

(۳۵) کے عنوان سے ایک سیدھی اور آسان بات کو اُلجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو!

(۳۵) عرض کھانا کھانے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

ارشاد۔ داہنا پاؤں کھڑا ہو اور بایاں بچھا اور روٹی بائیں ہاتھ میں لے

کر داہنے سے توڑنا چاہیئے۔ ایک ہاتھ سے توڑ کر کھانا اور دوسرا ہاتھ نہ لگانا عادت متکبرین ہے۔ (ملفوظات حصہ اول)

ف ۱۔ اس طرح سے روٹی توڑنے کی سنت کہاں سے لی ہے جس کے ترک کرنے کو عادت متکبرین کہا ہے۔ (پہلی مشد ۳۸)

ناظرین! ان کو اگر یہ سنت تسلیم نہیں تو خوشی سے اس کے خلاف بائیں ہاتھ سے روٹی توڑ کر کھایا کریں۔ اور ایک ہاتھ سے توڑیں۔ معلوم نہیں کہ خواہ مخواہ ہر بات پر معترض ہونے کی ان کو ہوس کیوں ہے؟ یہ کس قدر جہالت ہے کہ عادت متکبرین کو سنت کی ترک میں ہی منحصر جانتے ہیں۔

کتب فقہ وحدیث سے چونکہ یہ لوگ جاہل ہیں جیسا کہ متعدد جگہ ہم نے ان کی جہالت کا پردہ چاک کیا ہے۔ اس لئے ان کو کھانے کے اس مسنون طریقے سے اعتراض سوجھا حالانکہ ہر جاہل سے جاہل مسلمان بھی جانتا ہے کہ دائیں ہاتھ سے روٹی توڑ کر کھانا سنت ہے۔ اور عادت متکبرین مختلف علاقوں اور زمانوں میں علیحدہ علیحدہ اور نئی نئی پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ ضروری نہیں کہ ہر زمانہ میں ایک ہی رہے۔

اس لئے دوسرے ہاتھ میں روٹی پکڑ کر دائیں ہاتھ سے توڑی جائے تاکہ متکبرین سے امتیاز ہو جائے اور تواضع کی صورت پیدا ہو جائے۔

اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کا ارشاد گرامی کا ایک ایک لفظ آداب وتواضع کی تعلیم سے معمور ہے۔

مگر ان اندھوں کو اعتراض سے غرض ہے تاکہ لوگوں کو گمراہ کیا جائے۔

داڑھی منڈانے اور کترانے کا مسئلہ

(۳۶) کے عنوان سے درج ذیل مسئلہ نقل کیا ہے۔

داڑھی منڈانے اور کترانے والا فاسق معلن ہے۔ اسے امام بنانا گناہ ہے۔ فرض ہو یا نوافل، حدیث شریف میں اس پر غضب اور ارادۂ قتل وغیرہ کی وعیدیں وارد ہوئی ہیں اور قرآن عظیم میں اس پر لعنت ہے

(احکام شریعت دوم)

ناظرین! ان جاہلوں نے اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کے اس فتویٰ پر بھی حسب عادت بدگوئی کی ہے۔ ملاحظہ ہو!

ف:۔ ارادۂ قتل وغیرہ کی صحیح حدیثیں کس کتاب میں ہیں اور کون سے قرآن عظیم میں لعنت کا ذکر ہے۔ داڑھی کا وجوب ثابت کرنا بھی مشکل ہے۔ قرآن مجید میں صراحۃً ایک جگہ حضرت ہارون علیہ السلام کی ریش مبارک کا ذکر ہے۔ باقی قرآن مجید میں تو کہیں اشارۃً یا صراحۃً اس کا ذکر تک نہیں۔ لعنت کا فتویٰ کیسا اور واجب القتل کیوں کر یہ قرآن کریم کے متعلق صریح کذب بیانی ہے۔ (چہل مسئلہ ص۳۹)

ناظرین! اس جاہلانہ بدگوئی کا حرف حرف جس طرح ان محققوں کی علمی بیمائگی کا کھلا اعتراف ہے۔ اسی طرح دوسری طرف سنتِ رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیثیت ختم کرنے کی کوشش کا برملا اظہار ہے۔

ان کو چاہیئے کہ کتب حدیث کی ورق گردانی کی زحمت گوارا کریں اگر اس مضمون

کی حدیثیں نہ ملیں تو پھر اعتراض کرنا اگر مل جائیں تو اس بدگوئی کو چاٹ کر بزرگوں کی گستاخی سے تائب ہونا ان کا فرض ہے۔ رہا حدیث کے ساتھ صحیح ہونے کی قید لگانا تو یہ ان کی حدیثِ رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ روایتی بدسلوکی اور بے وفائی ہے۔ کیا صحیح حدیث کے علاوہ باقی حدیث شریف کی قسمیں اور ان قسموں کی ہزارہا احادیث ان کے ہاں قابل قبول نہیں؟

حالانکہ اہل حق حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ ضعیف سند سے ثابت ہو فضائل میں اس کا بھی احترام کرتے ہیں۔ اور اسے قبول کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ اسی طرح کلام خداوندی کے حق میں بھی گستاخی کا ارتکاب کیا ہے۔

جو مسئلہ صراحۃً یا اشارۃً قرآن کریم سے ثابت ہو ان کے نزدیک گویا صرف وہ ہی صحیح اور ماننے کے قابل ہے اور وجہوں سے ثابت ہونے والا مسئلہ نہیں مانا جائے گا۔

فلیزان کے نزدیک صرف نص دلیل ہے۔ نصوص کی دوسری قسموں کو گویا یہ لوگ دلیل نہیں مانتے۔ استغفراللہ!

اگر صراحۃً، اشارۃً، دلالۃً، اقتضاءً کو یہ لوگ دلیل نہیں مانتے ہیں "تو صراحۃً اشارۃً، داڑھی کا کہیں ذکر نہیں" کہنے کے کیا معنی؟ اور خاص داڑھی کی صراحت ایک جگہ ذکر ہے اور کہیں نہیں" کا کیا مطلب؟

حالانکہ اصول فقہ کا طالب علم بھی جانتا ہے کہ آیات واحادیث کے عموم وغیرہ سے بھی مسائل ثابت ہوتے ہیں۔ داڑھی کا سنت مؤکدہ ہونا ظاہر ہے اور

سنت مؤکدہ کا تارک فقہا کی تصریحات کے مطابق عتاب و مواخذہ کا مستحق ہے۔ اگر داڑھی کا وجوب ثابت کرنا ان کے نزدیک مشکل ہے تو کیا سنت کے درجہ میں جو کہ مسلّمہ ہے اس کا تارک مجرم نہیں؟ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ اس سنت کے تارک کا مجرم ہونا ذکر فرما رہے ہیں یہ لوگ اس پر معترض ہیں۔ قرآن مجید اور حدیثِ رسول اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان لوگوں کی کس درجہ بدسلوکی اور گستاخی ہے۔ دین کے ساتھ اس قسم کا رویہ ہوس پرستوں کو دین سے بغاوت کر جانے پر دلیر کر رہا ہے؟ ہم پوچھتے ہیں کہ داڑھی منڈانے یا مقدارِ سنت سے کم رکھنے والا اس کو پسند کرتا ہے یا نہیں؟ اگر پسند کرتا ہے تو اس نے خلاف رسول عمل کو پسند کیا یا نہیں؟ اور پھر اس پر اصرار کرتا ہے۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف عمل کر کے اس پر خوش ہونے اور اصرار کرنے والا مخالف رسول اور تمام ہدایت ہوا ایسے شخص کے متعلق آیات کے عمومات میں کیا لعنت وغیرہ سزاؤں کا ذکر نہیں؟ نیز کتب فقہ میں گناہ صغیرہ استخفاف اور اصرار سے کرنے کو گناہ کبیرہ نہیں کہا گیا؟ اختصار کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ناظرین! غور کریں کہ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ پر اپنی جہالت اور فریب کاری کے سبب سے کذب بیانی کا الزام لگانے کے شوق میں ان لوگوں نے کس قدر خود کذب بیانی کی ہے۔

وہابیہ کی حیثیت

(۲۷) کے عنوان سے مندرجہ ذیل عبارت نقل کی ہے۔ اور نہایت کذب

بیانی سے اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ پر بدگوئی کی ہے۔

(۲۷) وہابیہ مثل یہود کے ہیں۔ اور وہابیہ کی کہیں ایک ٹہر یہ بھی نہیں۔

(احکام شریعت دوم)

ف:۔ یہ صریح کذب اور خلاف مشاہدہ ہے۔ وہابیہ نجدیہ کی حکومت قریباً ایک سو سال سے صوبہ نجدیہ (عرب) میں چلی آرہی ہے۔ اور اس مجدد کی وفات سے تین سال بعد حجاز میں بھی آگئی اور اب تک وہاں موجود ہے۔ (چہل مسئلہ ص۳۹)

ناظرین! حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی عبارت آپ کے سامنے ہے۔ ان لوگوں کی یہ کس قدر فریب کاری ہے۔ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کی اس منقولہ عبارت سے یہ لوگ یہ بات سمجھانا چاہتے ہیں۔ کہ آپ نے یہ فرمایا کہ وہابی زمین پر کہیں نہیں بستے یہ فرض کر کے آپ پر یہ بدگوئی کی ہے۔ یہ صریح کذب اور خلافِ مشاہدہ ہے استغفراللہ حالانکہ پہلے جملے میں اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ فرما چکے ہیں کہ "وہابیہ مثل یہود کے ہیں" تو اس جملے کے ہوتے ہوئے آپ کی طرف اس بات کی نسبت کرنا کہ "دنیا میں وہابی کہیں نہیں بستے" کس قدر جھوٹ ہے اور پھر حجاز و نجد میں وہابیہ کی حکومت ہونے کو وہابیہ کے موجود ہونے کی شہادت میں خواہ مخواہ پیش کرنا کس قدر فریب اور مضحکہ خیز ہے۔ وہابیہ موجود ہیں جبھی تو ان کو مثل یہود فرمایا۔ اس میں کذب کی کونسی بات ہے۔ مگر ان دیانت داروں کی یہ بوکھلاہٹ قابلِ دید ہے۔ اتنا سوچنے پر بھی قادر نہیں کہ بات کیا ہے اور ہم کیا کہہ رہے ہیں۔

حقہ پینے اور نہ پینے کی بحث

(۳۸) کے عنوان سے جو عبارت نقل کی ہے، اس سے اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ پر نہایت فریب کاری سے پُر تضاد بیانی کا خواہ مخواہ الزام لگایا ہے۔ ایک عبارت احکام شریعت سوم سے دوسری ملفوظات شریف دوم سے نقل کی ہے۔ ملاحظہ ہو!

(۳۸) جیسے میں اور میرے گھر میں جس قدر لوگ ہیں کہ ہم میں کوئی نہیں پیتا مگر فتویٰ اباحت پر دیتا ہوں۔ (احکام شریعت سوم)

ف:- یہ سب تقریر حقہ کے متعلق ہے۔ جس سے وضو کرانے کا فتویٰ پہلے گذر چکا ہے۔

اب دوسرا حوالہ دیکھو جس میں صاف موجود ہے کہ میں حقہ پیتا ہوں ملفوظات دوم میں ہے۔ "ہاں میں حقہ پیتے وقت (بسم اللہ) نہیں پڑھتا" اب ذرا انصاف سے دیکھو کہ کس قدر کلام میں اختلاف ہے جو کسی مجدد کی شان کے لائق نہیں۔ (چہل مسئلہ ص۲)

ناظرین! کلام میں اختلاف کسی مجدد کیا ایک ادنیٰ مومن کی شان کے لائق بھی نہیں۔ ان حاسدوں کو مجدد مائۃ حاضرہ علیہ الرحمۃ سے چونکہ عناد ہے۔ انہوں نے آپ کے مجدد ہونے پر یہ اعتراض گھڑا کہ آپ کے کلام میں اختلاف ہے معاذ اللہ ہم دعوے سے کہتے کہ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ علیہ الرحمۃ کے کلام میں کہیں بھی اختلاف نہیں۔ آپ کی تمام تصانیف چھان مارنے سے بھی ان حاسدوں کو کلام میں اختلاف

نہیں ملا۔ بالآخر ایک چال چلی اور کذب بیانی سے کام لیا۔ اور آپ کے کلام میں اختلاف بتلایا۔ احکام شریعت سوم کے حوالہ سے منقولہ بالا عبارت علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ کا کلام ہے جو اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے ردالمحتار شامی جلد سے نقل کیا ہے۔ یہ کلام احکام شریعت سوم میں دو جگہ ہے۔ دونوں جگہ عربی عبارت یا حوالہ موجود ہے۔ ایک جگہ آپ نے اس کا ترجمہ فرمایا۔ دوسری جگہ ترجمہ نہیں ان فریب کاروں نے ترجمہ نقل کر کے یہ کلام آپ کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ دیکھو کس قدر صریح کذب بیانی کی ہے۔ جب یہ کلام علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ کا ہے جو ان لوگوں نے دھوکہ دینے کے لئے جھوٹ بول کر آپ کی طرف منسوب کر دیا تو آپ کے کلام میں اختلاف کیسا۔ اس کے برخلاف ان محققوں کے کلام میں بیسیوں اختلاف موجود ہیں۔ طوالت کی وجہ سے درج نہیں کئے جاتے۔ ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ بوقت ضرورت خدمت کے لئے ہم حاضر ہیں۔ انشاء اللہ خدمت میں کوتاہی کے گلے کی گنجائش نہیں رہے گی۔

رہا حقہ کے پانی کا سوال سو وہ گذشتہ سطور میں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا فتوے ہم نقل کر چکے ہیں کہ پاک ہے۔ باقی رہا حقہ کا حکم خاص مصلحت کی وجہ سے ہم اس پر تبصرہ کرنے کے بجائے یہ کافی سمجھتے ہیں کہ فرضی محققوں کے فتاویٰ رشیدیہ سے اس کا حکم دیکھ لینا چاہئے۔

ان فرضی محققوں کو ہمارا مخلصانہ یہ مشورہ تہہ دل سے قبول کرنا چاہئے کہ جب تک اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کی تصانیف مبارکہ اور علماء دیوبند کی تصانیف دستیاب ہوتی ہیں چہل مسئلہ کے نام سے اہلسنت کے خلاف کذب بیانی و فریب کاری کی پھیکی ہوئی

لحیظ تئے ان کو چاٹ لینی چاہیئے۔ اگر ان کا اپنا ضمیر مردہ ہو چکا ہے، تو ان کا کوئی پیروکار ہی ان کے پاؤں پکڑ کر ہاتھ جوڑ کر اپنی ساکھ بنانے کی خاطر ان سے ہمدردی کرے اور پوچھے کہ ہمیں کیا سیکھا رہے ہو اور کس چیز کا عادی بنا رہے ہو، اسلام تو راستگوئی اور دیانتداری کا سبق دیتا ہے۔

(۳۹) کے عنوان سے الکوکبۃ الشہابیہ سے مندرجہ ذیل عبارت نقل کر کے اسے صریح کذب کہا ہے۔

وہابیہ اور تقویۃ الایمان

(۳۹) "وہابیہ منسوب بہ عبدالوہاب نجدی ہیں، ابن عبدالوہاب ان کا معلم اول تھا اس نے کتاب التوحید لکھی" اس کے بعد لکھا ہے "تقویۃ الایمان" اسی کتاب التوحید کا ترجمہ ہے (کوکبہ شہابیہ صفحہ ۵۰ طبع بار چہارم)

ف:۔ یہ صریحاً کذب ہے جس کو اب تک اہل بدعت بیان کرتے پھرتے ہیں۔ دونوں کتابیں موجود ہیں مقابلہ کر کے دیکھ لو زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مضامین کی ترتیب بالکل مختلف ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی المتوفی ۱۲۰۶ھ کی کتاب التوحید غالباً شیخ اسماعیل شہید المتوفی ۱۲۴۶ھ نے دیکھی بھی نہ ہو گی۔ (چہل مسئلہ ص۴۰)

ناظرین! غور کریں کہ ان محققوں نے "کتاب التوحید" اور "تقویۃ الایمان" کے درمیان زمین و آسمان کا فرق یہ بتلایا کہ "مضامین کی ترتیب بالکل مختلف ہے" ان کو تو یہ اعتراف ہے کہ مضامین ایک ہیں صرف ترتیب مختلف ہے۔ حضرت

علیہ الرحمۃ نے تقویت الایمان کو کتاب التوحید کا ترجمہ فرمایا تو یہ کذب کیسے ہو گیا۔ توحید، شرک، عبادت کی جو تشریح تقویۃ الایمان میں ہے، کیا یہی تشریح کتاب التوحید میں نہیں؟ یہ حقیقت عیاں ہے۔ کہ تقویۃ الایمان نے کتاب التوحید کی ترجمانی کی ہے۔ جیسا کہ ان کو بھی اعتراف ہے۔ حضرت علیہ الرحمۃ پر کذب بیانی کا الزام لگانا صریح کذب ہے۔

وہابیہ دیوبندیہ کا نکاح

(۴۰) کے عنوان سے ملفوظات شریف دوم سے ایک عبارت نقل کی ہے، اس سے فریب دینے کی انتہا کر دی ہے۔ ملاحظہ ہو!

(۴۰) وہابی، دیوبندی ..... جملہ مرتد ہیں۔ کہ ان کے مرد یا عورت کا تمام جہاں میں جس سے نکاح ہو گا۔ مسلم ہو کافر اصلی ہو یا مرتد انسان ہو یا حیوان محض، باطل اور زنا خالص ہو گا اور اولاد ولد الزنا۔ (ملفوظات دوم ص۱۰۲)

ف:۔ اس مجدد کا معیار تہذیب دیکھو کہ حیوان محض سے بھی نکاح تجویز کرتا ہے۔ اور کیسے بدترین الفاظ سے یاد کرتا ہے۔ (چہل مسئلہ ص۴۰)

اولاً عبارت نقل کرنے میں خیانت کی ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے۔

وہابی، قادیانی، دیوبندی، نیچری، چکڑالوی جملہ مرتد ہیں ..... ان فرقوں میں سے صرف وہابی دیوبندی کو نقل کیا۔ اور باقیوں کو حذف کر دیا۔ شاید اس لئے کہ باقی فرقوں کا حکم ان کے نزدیک بھی یہی ہے جو مجدد علیہ الرحمۃ

نے بیان فرمایا۔ جیسا کہ اس جماعت کے فتاوی سے ظاہر ہے۔ گمراہ فرقوں کی فہرست میں ان کا نام شامل کرنا صرف ان کو ناگوار ہے۔

ثانیاً:۔ حیوان محض سے یہ سمجھا بلکہ فریب سے سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ کہ چوپائے ہیں اور آپ نے ان سے نکاح تجویز کیا۔ استغفر اللہ آپ کی طرف یہ نسبت کرنا، کس قدر صریحاً کذب ہے، چوپاؤں سے کہاں نکاح تجویز کیا ہے؟

حالانکہ محاورہ مستعملہ ہے۔ باخلاق اور شریف آدمی کو کہا جاتا ہے کہ یہ انسان ہے اور شریر، بدتہذیب آدمی کو حیوان محض کہا جاتا ہے۔ یہ فقہی مسئلہ بیان کرنے کا مقام ہے نہ کہ منطقی بحث جس میں انسان اور حیوان محض کا ذکر ہو۔ اور یہ عبارت بالکل بے غبار اور واضح ہے۔ ایسی واضح عبارت کو فریب و کذب بیانی سے کچھ کا کچھ بنا دیا ہے۔ یہ کس قدر شرمناک جسارت کی ہے۔

اگر انسان و حیوان محض کا یہ لوگ منطقی اصطلاح کے طور پر استعمال قرار دینے پر بضد ہیں تو ہم پوچھتے ہیں کہ حیوان محض حسب اصطلاح مناطقہ کون ہے۔ عالم میں پہلے اس کا وجود قائم کریں اس کے بعد نکاح کے مسئلہ میں اس کو لائیں۔ حیوان کی جتنی انواع ہیں اور ان کے جتنے افراد ہیں کوئی حیوان محض کا مصداق نہیں، بلکہ سب حیوان مقید بالفصل ہیں۔

رہا آپ کا گمراہ فرقوں کو بدترین الفاظ سے یاد کرنا۔ یہ محض الزام ہے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے تو فقہی حکم ان کے متعلق بیان فرمایا ہے۔

شانِ الوہیت و رسالت و ولایت میں ان کی گستاخانہ تحریروں کی بنا پر اعلیٰحضرت

علیہ الرحمۃ نے ان کے بارے میں یہ حکم فقہی بیان فرمایا جس کی تصدیق علماء عرب و عجم خصوصاً حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً و عظمۃً کے علماء حق نے فرمائی ہے۔

ہم ان کی تحریریں ہدیہ قارئین کر رہے ہیں۔ فیصلہ قارئین پر ہے۔ ان کی ان تحریروں کی بنا پر اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے ان کا جو فقہی حکم بیان فرمایا ہر حق پسند کو اس سے اتفاق ہے۔

ہمارے ناظرین بھی ان عبارات کو دیکھ کر اس فقہی حکم میں اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کی تائید کریں گے۔ ۔۔۔ لیجئے

چند مسائل حضرات دیوبندیہ متعلقہ ذات و صفات باری تعالےٰ

(۱) اللہ تعالےٰ کا اپنے عرش پر بیٹھنا قرآن مجید میں سات جگہ پر بیان کیا گیا ہے۔ (گلشن توحید ص۱۳، برجہ کشف الشبہات مصنفہ محمد بن عبدالوہاب نجدی)

ف:۔ دیکھو کس قدر قرآن کریم کے متعلق کذب بیانی ہے۔ قرآن کریم میں ایک جگہ بھی اللہ تعالےٰ کا عرش پر بیٹھنا مذکور نہیں۔ فتاوے رشیدیہ مبوب میں ص۲۲۵ میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کو نیک آدمی کہا گیا ہے۔ بلکہ سنی کہا گیا ہے۔

حالانکہ اللہ تعالےٰ کی ذات جسم اور جسمانی عوارض اٹھنے بیٹھنے مکان میں محدود ہونے سے پاک ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:۔

لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ، اس جیسی کوئی چیز نہیں۔

عقائد اہل سنت کی مشہور کتاب شرح عقائد نسفی میں اہلسنت کا عقیدہ

یہ لکھا ہے :-

لیس بعرض ولا جسم ولا جوھر ولا مصور ولا محدود ولا معدود ..... ولا یتمکن فی مکان ولا یجری علیہ زمان (شرح عقائد نسفی ص۲۸۲۹)

ترجمہ :- اللہ تعالےٰ نہ عرض ہے نہ جسم ہے نہ جوہر اور نہ صورت و شکل والا ہے۔ نہ کسی حد میں گھرا ہوا نہ عدد اور کثرت اس میں ہے۔ اور نہ کسی مکان میں متمکن ہے اور نہ اس پر زمانہ جاری ہوتا ہے۔

(۲) پہلا قاعدہ اس چیز کے بیان میں ہے جو حقیقی بدعت میں داخل ہے ..... پاک سمجھنا اللہ تعالےٰ کو زمان اور مکان اور طرف اور ماہیت اور ترکیب عقلی سے ..... یہ کل حقیقی بدعتوں کی قسم سے ہے۔

(امداد الفتاح ترجمہ ایضاح الحق ص۴۵ مصنفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی مطبوعہ محمدی پریس دیوبند)

ف :- دیوبندیوں کے نزدیک خدا تعالےٰ کسی مکان میں رہتا ہے اور کسی دنیا کے کونے میں ہے اور زمانہ کا پابند ہے۔ ماہیت یعنی جنس و فصل اور عقلی ترکیب سے مرکب ہے۔ ایسا نہ ماننا حقیقی بدعت ہے۔ استغفر اللہ۔ حالانکہ اہلسنت کا عقیدہ ذات باری کے متعلق اوپر شرح عقائد سے ہم نقل کر چکے ہیں۔

(۳) اللہ کے مکر سے ڈرنا چاہیئے کہ بعض وقت بندہ شرک میں پڑا ہوتا ہے۔ اور اس کے غیر سے مرادیں مانگتا ہے۔ اور اللہ اس کے بہلانے

کیلئے اس کی مرادیں پوری کرتا ہے۔ (تقویۃ الایمان ص۵۵ مولوی اسمٰعیل دہلوی مطبوعہ کمال پرنٹنگ ورکس دہلی)

اردو میں مکر کو اللہ تعالےٰ کی طرف نسبت کرنا کس درجہ گستاخی ہے۔ دیکھو خدا تعالےٰ کو مکر کرنے والا تبلایا ہے۔ اردو زبان میں ظاہر ہے۔ مکر ایسی حرکت کا نام ہے جو کہ صحیح انسان کے شایانِ شان نہیں۔ لیکن ان کے نزدیک خدا تعالےٰ مکر کرتا ہے۔ استغفر اللہ کیا یہی ان کی توحید اور اللہ تعالےٰ پر ایمان ہے۔

(۴) خدا تعالےٰ کو کچھ پتہ نہیں کہ کوئی شخص کل کیا کرے گا۔ جب وہ کام کرتا ہے تو پھر اللہ تعالےٰ کو معلوم ہوتا ہے۔

"یہ معتزلہ کا مذہب بتلا کر آگے لکھا ہے" کہ معتزلہ کا مذہب ظاہر آیات و احادیث کے مطابق ہے۔ اور جو آیت و حدیث مخالف آئے وہاں صحیح تاویل کر لیتے ہیں"

(بلغۃ الحیران مولوی حسین علی واں بھچراں)

ف :- دیکھو معتزلہ کے مذہب کو (جو بالاتفاق ایک گمراہ فرقہ ہے) اہلسنت کے مذہب پر ترجیح دی ہے۔ یاد رہے اللہ تعالےٰ کے علم کا مسئلہ ایمان کے بنیادی مسائل میں سے ہے۔

(۵) پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے۔ خواہ اللہ تعالےٰ کے دینے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے

(تقویۃ الایمان ص۱)

ف :- دیکھو عطائی صفات بھی اللہ تعالےٰ کی صفت خاصہ تبلائی۔ حالانکہ عطائی صفات والا عطا کرنے والے کا محتاج ہوتا ہے۔ خداوند کریم بے نیاز ہے اس کی

تمام صفات ذاتی ہیں۔ عطائی کوئی صفت نہیں۔ عطائی مخلوقات کی صفات ہیں۔ شرک ہے کہ اللہ تعالےٰ کی صفت خاصہ کو کسی اور کے لئے ثابت کیا جائے۔ اللہ کے دینے سے کسی کو کوئی صفت ثابت کرنا بھی انہوں نے شرک بتلایا۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق ان دیوبندیوں کا کس قدر غلط عقیدہ ہے۔

(۶) پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی تعظیم کے لائق ہیں یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح کی تعظیم کرنے سے اللہ تعالےٰ خوش ہوتا ہے۔ اور اس کی تعظیم کی برکت سے اللہ تعالےٰ مشکلیں آسان کر دیتا ہے۔ ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ (تقویۃ الایمان ص۱۱)

ف:۔ دیکھو ان دیوبندیوں کے نزدیک کسی بزرگ کی تعظیم کرنا اور یہ سمجھنا کہ ان کی تعظیم سے اللہ خوش ہوتا ہے اور اللہ مشکلیں کھول دیتا ہے۔ یہ بھی شرک ہے۔ تعظیم کی بعض صورتیں یہ لکھی ہیں۔ اس کے گھر کی طرف دُور دُور سے قصد کر کے سفر کرنا اس کا مجاور بن کر اس کی خدمت میں مشغول رہنا۔ جیسے جھاڑو دینا، درویشی کرنی، فرش بچھانا، پانی پلانا، وضو غسل کا لوگوں کے لئے سامان درست کرنا اور اس کے کنوئیں کے پانی کو تبرک سمجھ کر پینا، بدن پر ڈالنا آپس میں بانٹنا، غائبوں کے لئے تبرکاً لے جانا وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب کام شرک میں بتلائے ہیں۔ جو خدمت خلق اور بزرگوں کا ادب اور اخلاق محبت پر مبنی ہیں۔ استغفر اللہ!

ان کا اپنا عمل کیا ہے، ضرورت کے وقت ہم پیش کریں گے۔ اختصار کی وجہ سے ہم درج کرنے کی بجائے محفوظ رکھتے ہیں۔ مختصراً یہ عرض کرنا کافی ہے مذکورہ

الشرک سے خود یہ لوگ پکے مشرک ہیں۔

اس تقویۃ الایمان کے متعلق فتاویٰ رشیدیہ مبوب ص۴۲ پر ہے۔ تقویۃ الایمان بہت عمدہ کتاب ہے ..... اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے اور موجب اجر کا ہے۔ ان کے اس عین اسلام کو ناظرین ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اب آگے دیکھئے!

فلک کے ایک ہی دستِ جفا میں ہمنشین دیکھا
کہ اک عالم کی عمریں کٹ گئیں کیسی با آسانی

ملایا خاک میں ہم کو فلک نے ایک شوخی میں
ارے ظالم نہ کر اتنی زیادہ نا مسلمانی (مرثیہ گنگوہی ص۴۲)

ف:۔ دیکھو رشید احمد گنگوہی کی موت کو فلک کا کام بتلایا ہے اور یہ اس کی خوشی قرار دی ہے۔ یعنی فلک نے رشید احمد گنگوہی کو موت دیکر فرقۂ دیوبندیہ کو خاک میں ملا دیا ہے۔ یہ مشرکین کا عقیدہ تھا جس کا قرآن شریف نے رد کیا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:۔ وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ ط یعنی مشرکین کہتے تھے کہ ہمیں دہر (زمانہ) موت دیتا ہے۔ حالانکہ موت اور حیات دینا اللہ تعالےٰ کا کام ہے قرآن شریف میں ہے۔ يُحْيِي وَيُمِيتُ ط۔ ترجمہ۔ اللہ تعالےٰ ہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔

(۸) ملا کر خاک و خون میں بیکسوں کی آرزوؤں کو
پھر ہم سے پوچھتا ہے ہائے ظالم وجہ گریانی (حوالہ بالا)

دیکھو رشید احمد گنگوہی کی موت کو اوپر کے شعر میں فلک کا کام بتلا کر اس شعر میں

اسی موت دینے والے کو ڈانٹ پلاتے ہیں اور ظالم کہتے ہیں۔ ان کے عقیدے میں اگر موت دینا واقعی فلک کا کام ہے تو یہ مشرکانہ عقیدہ ہے۔ اور اگر ان کے عقیدہ میں موت دینا اللہ تعالےٰ کا کام ہے اور فلک کو اس کی موت کا سبب سمجھتے ہیں تو اس کی طرف موت کو منسوب کر کے پھر اس موت دینے پر اسے ظالم کہنا اسے ڈانٹنا اور اس کے اس کام کو اس کی شوخی اور نامسلمانی کہنا یہ اللہ تعالےٰ کو گالی ہوئی جیسا کہ بخاری شریف میں حدیث آتی ہے کہ:۔

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ بنی آدم زمانے کو گالیں دیتے ہیں وہ مجھے گالی آتی ہے، دیکھو یہ کس قدر اللہ تعالیٰ کی شان میں کافرانہ اور گستاخانہ خیال ہے اور پھر فلک کو مخاطب کر کے کہا کہ ہائے ظالم ہم سے رونے کی وجہ تو پوچھتا ہے صریح کذب بیانی ہے فلک نے کب ان سے پوچھا تھا کہ وہ اس ڈانٹ کا مستحق ٹھہرا۔

(۹) شکایت ظلم کی بے جا ہے اس چرخ ستمگر سے
جیسے جمعیت خاطر ہو خلقت کی پریشانی (حوالہ بالا)

ف:۔ ناظرین غور فرمائیں کہ رشید احمد گنگوہی کو موت دینے والے کو چرخ ستمگر کہہ کر اس کے ظالم ہونے کی یہ تشریح کی کہ خلق کے پریشان ہونے میں اس چرخ ستمگر کے دل کا چین ہے۔ یعنی جب مخلوق پریشان ہوتی ہے تو اس موت دینے والے کو چین آتا ہے اور واقعی یہ ظالمانہ حرکت ہے۔ اور اس موت کو جیسے اگر واقعتہً فلک کا کام سمجھتے ہیں تو یہ مشرکانہ نظریہ ہے۔ اور اگر یہ کام اللہ تعالےٰ کا سمجھتے ہیں تو پھر چرخ اور فلک کے پردے میں خدا تعالیٰ کو گالی دیکر اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے کیونکہ تمام حوادث خصوصاً موت اور ہلاکت اللہ تعالےٰ پیدا فرماتے ہیں۔

(۱۰) زمانہ نے دیا اسلام کو داغ اس کی فرقت کا
کہ تھا داغ غلامی جس کا تمغہ مسلمانی (مرثیہ گنگوہی ص۵)

(ف ۱) غور فرمائیں کہ رشید احمد گنگوہی کی موت کو اسلام کے لیے جدائی کا داغ کہا ہے۔ گویا کہ اسلام کو رشید احمد گنگوہی کی موت سے جدائی کا داغ لگ گیا ہے جو اسلام کے لیے کمی اور نقص کی بات ہے۔ حالانکہ اسلام کے ماننے والے ایک ایک کر کے سب موت کے منہ میں چلے جائیں گے تو پھر بھی اسلام پر کسی قسم کا کوئی داغ نہیں آتا۔ پھر یہاں بھی یہ کام زمانے کا بتلایا جو کہ غیر خدا ہے۔

ع۲ رشید احمد گنگوہی کی غلامی مسلمانی کا تمغہ ہے اور اگر رشید احمد گنگوہی جیسے گستاخ کی غلامی کو کوئی شخص قبول نہیں کرتا اگرچہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام واولیاء کاملین کا وہ غلام کیوں نہ ہو اس کے پاس مسلمانی کا کوئی ثبوت اور تمغہ نہیں کیونکہ وہ رشید احمد کی غلامی کو قبول نہیں کرتا۔ معاذ اللہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منصب کے ساتھ برابری کا دعویٰ ہوا۔ اسی لئے اگلے شعر میں رشید کو بانی اسلام کا ثانی کہا گیا ہے۔ معاذ اللہ دیکھا دیوبندی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا سمجھتے ہیں۔

(۱۱) پھریں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوق عرفانی
(مرثیہ گنگوہی ص۱۱)

ف ۱:- ناظرین کرام اس شعر پر بار بار توجہ فرمائیں کہ بیت اللہ شریف سے بھی گنگوہ کو برتر اور بہتر بتلایا ہے۔ کیونکہ کعبہ میں معرفت خداوندی کا ذوق وشوق رکھنے والوں کی تسکین نہیں ہوتی اور اس کو حاصل کرنے کے لیے یہ لوگ گنگوہ میں جاتے تھے معاذ اللہ حالانکہ تمام اہل اسلام کعبۃ اللہ کو روضۃ الرسول کے سوا باقی تمام زمین سے افضل جانتے ہیں جیسا کہ جذب القلوب وغیرہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے:-

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ سے جفا کی۔ (بخاری شریف)

لیکن ان دیوبندیوں کا عرفان حج کرنے کے بعد ان کو روضۃ الرسول علیہ الف الف صلوٰۃ) سے روک کر گنگوہ لے جاتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جفا کرنے کی جرأت دلاتا ہے۔ یہ صریح حدیث پاک اور رسولِ پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بغاوت ہے۔

(۱۲) اسی طرح ظاہر کی چیزوں کو دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے جب چاہیں کریں جب چاہیں نہ کریں۔ اسی طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو جب چاہے کر لیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے۔ (تقویۃ الایمان ص۲۳)

ف ۱:- دیکھو اللہ تعالےٰ کی صفات سے یہ لوگ کس قدر جاہل ہیں کہ اللہ تعالےٰ کی صفت علم ایسی مانتے ہیں کہ وہ چاہے تو کسی چیز کو جان لے، جب نہ چاہے تو نہ جانے کیونکہ وہ جاننے میں صاحبِ اختیار ہے۔ اور اختیار کا مطلب یہ ہے کہ دونوں پہلوؤں میں سے جو پہلو چاہے اختیار کر لے چاہے تو جانے اور چاہے تو نہ جانے

گویا ان کے نزدیک یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خدا تعالےٰ کسی چیز کو نہ جانے حالانکہ عقائد کی کتابوں میں اللہ تعالےٰ کی صفات علم وقدرت وغیرہ کو قدیم اور اس کی ذات کے ساتھ واجب کہا گیا ہے جن کا معدوم ہونا محال ہے۔ قرآن حکیم میں ہے:-

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ اور اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ اور وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَہِیْدٌ

ان آیات کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات کے ساتھ ہر چیز کا علم اور مشاہدہ لازم ہے۔ ایک لمحہ کے لیے بھی کسی ایک چیز کا علم اس سے جدا ہونا اور اس کا کسی چیز کو نہ جاننا ممتنع ہے۔

نیز اللہ تعالےٰ کو اللہ صاحب کہنا حالانکہ صاحب کا لفظ عرف میں مخلوق کے ناموں کے ساتھ اعزازاً لگایا جاتا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ مخلوق کی عزت کے برابر اللہ تعالےٰ کی عزت جاننا اللہ تعالیٰ کی شان سے جہالت کی دلیل ہے۔ مخلوق کی عزت وعظمت کے لئے جو لفظ استعمال کیا جاتا ہے، جیسے کہ والد صاحب استاد صاحب، چوہدری صاحب وغیرہ وہی لفظ اللہ تعالےٰ کی تعظیم کے لیے بولا جائے تو اللہ تعالیٰ کی کیا تخصیص ہوئی۔

شانِ رسالت میں گستاخیاں

(۱۳) جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔
(تقویۃ الایمان ص۴۹)

ف ۱:- دیکھو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کس قدر گستاخی اور بد تہذیبی سے

ذکر کیا۔ حالانکہ قرآن وحدیث میں ادب سے آپ کا ذکر کرنے کی بہت تاکیدیں آئی ہیں۔ آپ کی شان تو بہت بلند ہے۔ فقہا نے تو اس طرح اپنے باپ کا ذکر کرنا بے ادبی قرار دیا ہے۔

(۱۴) اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء واولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ (تقویۃ الایمان صـ۶۸)

(۱۵) اللہ کا حق اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لے کر ذلیل سے ذلیل کو دیدیا۔ جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیجئے ..... اور یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا، وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔

(تقویۃ الایمان صـ۱۵)

(۱۶) ہم کو بھی چاہئے کہ اپنے کاموں میں اسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام؟ جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا ہے تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے، دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوہڑے چمار کا تو ذکر کیا۔ (تقویۃ الایمان صـ۲۱)

(۱۷) یعنی اللہ سے زبردست کے ہوتے ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے محض بے الضافی ہے کہ ایسے بڑے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارے لوگوں کو ثابت کیجئے۔

(تقویۃ الایمان صـ۳۴)

(۱۸) یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے۔

اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔ آگے ہے!

اولیا وانبیاء وامام زادہ پیر وشہید یعنی جتنے اللہ تعالےٰ کے مقرب بندے ہیں۔ وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ تعالےٰ نے بڑائی دی۔ وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے ہم ان کے چھوٹے ہیں۔

(تقویۃ الایمان صـ۴۷)

ف:۔ دیکھو انبیاء کرام علیہم الصلوٰت والتسلیمات کی مقدس ہستیوں کو چمار سے تشبیہ دیکر ان سے بھی گرا دیا اور ذلیل وناکارہ چمار سے زیادہ ذلیل، ذرہ ناچیز سے کمتر بنا دیا اور اللہ تعالےٰ کو بڑا شخص کہا۔ اور پھر انبیاء عظام واولیاء کرام کو بڑا بھائی اور ان کی تعظیم بڑے بھائی جتنی بتلائی۔ انبیاء کی گستاخی عناد وحسد عداوت کی یہ ایک کافی دستاویز ہے۔ حالانکہ قرآن مجید میں ہے:۔

النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم وازواجہ امھٰتھم

یہ نبی مومنوں سے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ اور اس نبی کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔

بلکہ ایمان کا مقام تو یہ ہے کہ مومن اپنے ماں باپ کو بھی پیارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کردے۔ یہ تھے ان کے عین اسلام کے جواہر پارے۔ کیا ان کا یہ اسلام کسی کو قبول ہے؟

(۱۹) یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب سجدہ کے لائق ہوں۔ (تقویۃ الایمان صـ۷۵)

ف :- حدیثِ رسول میں دیکھو کس قدر کذب بیانی کی ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس حدیث میں یہ فرمایا؟ ان کا عین اسلام یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مٹی میں رَل مِل گئے ہیں۔ حالانکہ علماء اسلام کا حدیث نبوی کے مطابق یہ عقیدہ مسلمہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں۔

بعض دیوبندیوں نے حیات النبی کے اثبات میں کتابیں لکھی ہیں لیکن ان کا کردار جب صاف ہوگا جب ایک طرف ہو کر مولوی اسمٰعیل کی اقتداء کریں یا اس سے بیزاری کا اظہار کریں اور شرعاً حیات النبی کے منکر کا جو حکم ہے وہ بلا رد رعایت مولوی اسمٰعیل کے حق میں بیان کریں۔ اگر وہ ایک طرف حیات النبی کو ثابت کریں۔ دوسری طرف مولوی اسمٰعیل کو اپنا پیشوا اور تقویۃ الایمان کو عین اسلام کہیں تو یہ دورخی پالیسی مسلمانوں سے سخت فریب ہے بلکہ نبی اللہ کے بارے میں ان کا نظریہ ملاحظہ ہو!

(۲۰) زنا کے وسوسے سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے۔ اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالتمآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ بُرا ہے۔ (صراط مستقیم مولوی اسمٰعیل دھلوی صفحہ ۱۵ ناشر مدنی کتب خانہ دیوبند)

ف :- دیکھو دیوبندیوں کے ولی کا بیان کہ اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں غرق ہو جانے سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ کرنا زیادہ بُرا

بتلایا ہے۔

بلغۃ الحیران مولوی حسین علی استاد غلام خاں میں لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت خیال کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ استغفراللہ حالانکہ ارشاد نبوی ہے۔ صلوا کما رأیتمونی اصلی ۔

(بخاری شریف)

ترجمہ :- اسی طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے تم نے دیکھا ہے۔

کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح نماز پڑھنے میں آپؐ کا تصور نہیں آئے گا۔

نیز :- السلام علیک ایھا النبی پڑھتے ہوئے آپؐ کی طرف توجہ کئے بغیر آپ کی خدمت میں کیا سلام کا ہدیہ پیش کیا جا سکتا ہے؟

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتدا میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نماز پڑھنے کے دوران حجرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار کرتے ہیں۔ کیا انہوں نے بُرا کیا یا ان کی نماز فاسد ہوئی؟

یاد رہے کہ تصور یا غائبانہ توجہ سے روبرو خود ذاتِ عالیہ کو دیکھنے سے تعظیم و پرستش کا استغراق و اشتیاق زیادہ ہوتا ہے۔ علماء امت علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں کہ دورانِ نماز رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے میں حاضر ہو جانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ جیسا کہ مواہب لدنیہ اور اس کی شرح زرقانی وغیرہ کتب میں موجود ہے۔

(۲۱) انبیاء اپنی امت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں۔ باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔ (تحذیر الناس ص۵ مولوی قاسم علی نانوتوی مطبوعہ دیوبند)

ف:۔ دیکھو ان کے نزدیک امتی اپنے نبی سے عمل میں بڑھ بھی جاتے ہیں۔ اور نبی اپنے امتی سے عمل میں کم رہ جاتے ہیں۔ استغفر اللہ! کس قدر انبیاء علیہم السلام کی شان میں یہ گستاخی اور بے ادبی ہے۔ حالانکہ نبی قوۃ نظری اور قوۃ عملی دونوں میں غیر نبی سے افضل ہوتے ہیں۔ نبی عملی زندگی میں امتی سے کمتر کیسے ہو سکتے ہیں؟

(۲۲) پھر دروغ صریح بھی کئی طرح پر ہوتا ہے۔ ہر ایک کا حکم یکساں نہیں اور ہر قسم سے نبی کو معصوم ہونا ضروری نہیں۔ (تصفیۃ العقائد ص۲۲ مولوی قاسم ناشر کتب خانہ حمیمیہ دیوبند)

پھر ایک اور جگہ ہے۔

بالجملہ علی العموم کذب کو منافی شانِ نبوت، بایں معنی سمجھنا کہ یہ معصیت ہے اور انبیا علیہم السلام معاصی سے معصوم ہیں خالی غلطی سے نہیں۔ (کتاب بالا ص۲۴)

ف:۔ دیکھو بانی دیوبند کے نزدیک نبی کا جھوٹ سے پاک ہونا ضروری نہیں، بلکہ یہ سمجھنا غلط ہے کہ جھوٹ گناہ ہے اور یہ کہ نبی گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ معاذ اللہ۔

پھر نبی کی عصمت اور اس کے قول و افعال کا مذہب اور قطعی نہ رہے اور اس پر اعتماد

تسلی مشکوک رہی۔ کیونکہ ضروری نہیں کہ نبی جھوٹ سے پاک ہو تو اس کے ہر قول و فعل میں جھوٹ کا احتمال رہا۔ نبی سے ہی دین حاصل ہوا۔ سب کچھ مشکوک ہوا۔ ایسی راہنمائی سے قوم کو ایمان و یقین کی دولت کیا مل سکے گی؟

ان کے نزدیک خدا تعالےٰ کا مکر کرنا ہے۔ نبی کا جھوٹ سے پاک ہونا ضروری نہیں، شاید اسی لئے "چھل مسئلہ" میں انہوں نے جھوٹ اور مکر و فریب کی انتہا کر دی ہے۔ کیونکہ اس کو یہ عیب نہیں سمجھتے۔

(۲۳) ایک صالح فخر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر عرض کی یا رسول اللہ آپ کو یہ کلام کہاں سے آگئی، آپ تو عربی ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ جب سے علماء مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی۔ سبحان اللہ اس سے رتبہ اس مدرسہ کا معلوم ہوا۔ (براہین قاطعہ ص۲۹ مطبوعہ دیوبند)

ف:۔ ناظرین غور فرمائیں کہ دیوبند کی اہمیت دلوں میں بٹھانے کے لیے شانِ رسالت میں کسقدر گستاخی کی ہے۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیوبند والوں سے اردو آگئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استاد بننے کا ڈھنگ کس درجہ شرمناک ہے

(۲۴) الحاصل غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسد سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر دو عالم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے۔

(براہین قاطعہ ص۵۱ مطبوعہ دیوبند)

آگے ص۵۲ پر ہے:۔

پس اعلیٰ علیین میں روحِ مبارک علیہ السلام کی تشریف رکھنا اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ۔

ف:۔ ان دیوبندیوں کے نزدیک شیطان اور ملک الموت کو ساری زمین کا علم نص سے ثابت ہے۔ لیکن اتنا علم اگر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ثابت کیا جائے تو شرک ہے۔ دیکھو ان کی قرآن دانی و حدیث دانی کس درجہ بہ شان رسالت میں بے ادبی ہے۔ اور شرک کی یہ کتنی بیہودہ تشریح ہے۔ شرک یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی خاص صفت کسی اور کے لیے ثابت کی جائے یہ علم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت کرنا شرک ہے تو شیطان و ملک الموت کے لیے نص سے کس طرح ثابت ہو گیا؟ کیا وہ خدا ہیں کہ خدا کی صفت خاصہ خدا میں ہی رہی غیر خدا میں نہیں مانی گئی۔ یہ کتنی جاہلانہ بات ہے۔ نیز شیطان و ملک الموت کا علم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بتلایا ہے دیکھو ان کا رسالت پر ایمان کیسا ہے۔

(۲۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوتے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی کے پیچھے نماز پڑھ کر یہ ثابت کر دیں گے کہ اس نبی کا امتی مجھ سے افضل ہے۔ (فضائل سید العالمین۔ مولوی احمد دین گکھڑوی

ناشر اسکول بکڈپو)

ف:۔ دیکھو غیر نبی کو نبی سے افضل کہنا یہی اعتقاد رافضیوں کا ہے کہ امام نبی سے افضل ہے۔

(۲۶) وفاتِ سرورِ عالم کا نقشہ آپ کی رحلت

تھی ہستی گر نظیرِ ہستیٔ محبوب سبحانی (مرثیہ گنگوہی)

ف:۔ دیکھو رشید احمد گنگوہی کی موت کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے مشابہ کیا ہے۔ کہاں اس کافر سی ملاں کی موت اور کہاں اس نورِ مجسم صاحب وحی سید الانبیاء رحمۃ اللعالمین شمعِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دنیا سے اوجھل ہونا۔

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

کس قدر اس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کی گئی ہے۔ ان کے دل میں اپنے مولویوں کی قدر ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر یہ لوگ کچھ نہیں جانتے ——— مزید اپنے مولوی کی موت کو رحلت اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال شریف کو وفات کہنے میں غور فرمائیں کہ ان کے دل میں رشید احمد گنگوہی کا احترام رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام سے زیادہ ہے۔ استغفر اللہ۔

(۲۷) قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں

عبید سود کا ان کے لقب ہے یوسف ثانی

مرثیہ گنگوہی ص۱

دیکھو۔ اس شعر میں ان گستاخوں نے حضرتِ یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰت والسلام کی شانِ اقدس میں کس قدر صریح گستاخی کی ہے کہ رشید احمد گنگوہی کی اتنی شان ہے کہ اس کا ایک کالا کلوٹا غلام یوسفِ ثانی کہلاتا ہے۔ یاد رہے کہ ہماری اردو اور پنجابی زبان میں ثانی برابر والے کو کہتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام صاحبِ وحی اور نبی ہیں۔ رشید احمد گنگوہی کے کالے کلوٹے غلام کو ان کے برابر کہا۔ گویا حضرت یوسف علیہ السلام کی اللہ تعالےٰ سے نسبت اور کالے کلوٹے غلام کی رشید احمد گنگوہی سے نسبت ان کے نزدیک برابر ہے۔ دیکھا دیوبندی خدا خدا تعالےٰ اور اس کے نبیوں سے کتنا واسطہ رکھتے ہیں۔

(۲۸) زبان پر اہلِ اہوا کی ہے کیوں اُغلُ مُبَلِ شاید

اچھا عالم سے کوئی بانیٔ اسلام کا ثانی (مرثیہ گنگوہی ص۱۶)

ف:۔ دیکھو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بانیٔ اسلام کی شان میں کسقدر گستاخی ہے کہ رشید احمد گنگوہی جیسے کانگریسی ملاں کو بڑھا چڑھا کر رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ثانی اور برابر بنا دیا ہے۔ تمام انبیاء کرام مرتبہ نبوت میں آپ کے برابر ہونے کے باوجود صفات اور کمالات میں بھی آپ کے برابر نہیں ہیں۔ اور یہ دیوبندی اپنے کانگرسی مولوی کی شان بنانے کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی اور برابر کہہ رہے ہیں۔ اس گستاخی پر اگر آسمان ٹوٹ پڑے تو کم ہے۔

دیکھو کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ان کا ایمان کیسا ہے۔

(۲۹) دلوں کو جھانکتے ہیں اپنے اور سب مسکراتے ہیں

کہا جب میں نے مولانا رشید احمد تھے لاثانی۔ (مرثیہ گنگوہی ص۱۲)

ف:۔ دیکھو رشید احمد گنگوہی کے کالے غلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کا ثانی کہا اور رشید احمد گنگوہی کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی کہا۔ گویا نبیوں کے ثانی اور برابر والے موجود ہیں۔ لیکن رشید احمد گنگوہی کا اتنا اونچا مرتبہ بتایا کہ اس کا ثانی کوئی ہیں، وہ لاثانی ہے۔

دیکھا دیوبندیوں کے دل میں اپنے کانگریسی مولویوں سے بھی حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ کم ہے۔

(۳۰) جہاں تھا آپ کا ثانی وہیں جا پہنچے خود حضرت

کہیں کیونکر بھلا کس منہ سے مولانا تھے لاثانی (مرثیہ گنگوہی ص۱۲)

ف:۔ دیکھو کسقدر تضاد بیانی ہے۔ اوپر کے شعر میں "مولانا رشید احمد تھے لاثانی" کہا ہے۔ اور اس شعر میں رشید احمد گنگوہی کا ثانی مانا ہے۔

ع دروغ گو را حافظہ نباشد۔ جھوٹے پر رب کی مار

نیز سابقہ اشعار کے ترتیب سے اس شعر میں رشید احمد گنگوہی کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ثانی کہا ہے۔ دونوں شعروں کا مضمون اس طرح بنتا ہے۔ خاکسار بدہن کہ رشید احمد گنگوہی کا ثانی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی رشید احمد ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ دیکھو شانِ رسالت میں کسقدر گستاخی ہے۔ نیز رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر عامیانہ انداز میں کر کے اور رشید احمد گنگوہی کا ذکر نہایت ادب سے کر کے یہ ظاہر

کردیا ہے کہ ان کے دل میں ادب اور احترام رشید احمد گنگوہی کا ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ نہیں۔

فائدہ:۔ یاد رہے کہ اس مرثیہ گنگوہی کا مصنف "مولوی محمود الحسن" دیوبندی ہے۔

(۳۱) مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا

اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم (مرثیہ گنگوہی ص۲۶)

دیکھو اس شعر میں حضرت عیسیٰ ابن مریم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو رشید احمد گنگوہی کا کمال بتا کر چیلنج کیا ہے اور آپ پر اس اپنے مولوی کی برتری اور فضیلت ثابت کی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صرف ایک کام مُردوں کو زندہ کرنے کا کیا لیکن اس گنگوہی نے دو کام کئے ایک مُردوں کو زندہ کیا، دوسرا زندوں کو مرنے نہ دیا۔ رشید احمد گنگوہی کی یہ مسیحائی عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے بڑھ گئی ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ کس قدر نبی کی شان میں گستاخی ہے۔

تنبیہ:۔ دیوبندی فرقہ انبیاء کرام علیہا الصلوات والتسلیمات کی جن صفات کا انکار کرتا ہے اور شرک بتاتا ہے، وہ تمام کے تمام رشید احمد گنگوہی کے لیے اس "مرثیہ" میں ثابت کئے گئے ہیں۔

مثلاً:۔ قبلہ و کعبہ، حیات شیخ، مرتبی خلائق، قسیم فیضِ یزداں، حلال مشکلات۔ نورِ مجسم، غوثِ اعظم، تیرے سوا ہمارا کوئی نہیں، وغیرہ وغیرہ

اندازہ لگائیے کہ یہ فرقہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منحرف کر کے کس کی غلامی میں جکڑنا چاہتا ہے۔ ایسے نظریات سے ایمان و اسلام سے کیا واسطہ رہ جاتا ہے۔ بلکہ یہ صریح اللہ تعالےٰ سے جنگ ہے۔ حدیث بخاری شریف میں ہے من عادیٰ لی ولیاً فقد آذنتہ

بالحرب۔ جو شخص میرے کسی دوست سے عداوت کرتا ہے میں اسے اعلانِ جنگ دے دیتا ہوں۔

(۳۲) واضح ہو کہ حقیقی معنوں میں ہندوستان کے اندر اہلسنت وجماعت ایک ہی قوم ہے جو جماعت دیوبندیہ کہلاتی ہے۔ البتہ قلیل تعداد میں حضرات اہلحدیث کی جماعت بھی ہے۔ جو بالعموم عقائد دیوبندیہ سے موافق ہے۔ (چہل مسئولہ)

ف:۔ فتاویٰ رشیدیہ کے حوالہ میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی اہلسنت تھا۔ اب چہل مسئلہ کا فتویٰ ملاحظہ ہو کہ جماعت اہلحدیث، وجماعت دیوبندیہ کے عقائد ایک ہیں اور یہ دونوں جماعت اہلسنت ہیں۔ مولوی احمد دین گکھڑوی وغیرہ غیر مقلدین کے ساتھ جماعت دیوبندیہ متفق ہیں، جیسا کہ ان کا اپنا اعتراف و اعلان ہے اسی مسئلہ کا یہ حوالہ پیش کیا گیا اور ان پر اتمام حجت کی ہے۔ اب اگر یہ لوگ متفق نہیں تو "چہل مسئلہ" اور "فتاویٰ رشیدیہ" میں کذب بیانی سے کام لیا گیا ہے اور اگر وہ صحیح ہے کذب نہیں تو غیر مقلد کے عقیدہ سے دیوبندی متفق ہیں ان کے اہلسنت ہونے کی حقیقت خوب سمجھ لو!

بعض فتاویٰ عجیبہ کانگریسیانہ

(۳۳) ہندو جو پیاؤ پانی کی لگاتے ہیں، سودی روپیہ صرف کر کے مسلمانوں کو اس کا پانی پینا درست ہے۔ یا نہیں؟

ج:۔ اس پیاؤ سے پانی پینا مضائقہ نہیں ہے، فقط۔ (فتاویٰ رشیدیہ مبوب ص۴۹۸)

ف :- اس کے ساتھ مسلمانوں کی حلال روپیہ سے بسلسلہ ذکر شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ لگائی ہوئی سبیل کا حکم بھی دیکھتے جائیے۔

(۳۴) س :- محرم میں عشرہ وغیرہ کے روز شہادت کا بیان کرنا مع اشعار بروایات صحیحہ یا بعض ضعیفہ بھی و نیز سبیل لگانا اور چندہ دینا اور شربت و دودھ بچوں کو پلانا درست ہے یا نہیں ؟

ج :- محرم میں ذکر شہادت حسنین علیہما السلام کرنا اگرچہ بروایات صحیحہ ہو یا سبیل لگانا شربت پلانا یا چندہ سبیل اور شربت میں دینا یا دودھ پلانا سب ناجائز اور تشبیہ روافض کی وجہ سے حرام ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوب ص ۴۸۸)

(۳۵) س :- ہندو تہوار ہولی دیوالی میں اپنے استاد یا حاکم یا نوکر کو کھیلیں یا پوری یا اور کچھ کھانا بطور تحفہ بھیجتے ہیں ان چیزوں کا لینا اور کھانا استاد و حاکم و نوکر مسلمان کو درست ہے یا نہیں ؟

ج :- درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ مبوب ص ۴۸۸)

(۳۶) س :- محفل میلاد میں جس میں روایات صحیحہ پڑھی جاویں اور لاف و گزاف اور روایات موضوعہ اور کاذبہ نہ ہوں شریک ہونا کیسا ہے ؟ (کتاب، بالا ص ۱۴۸)

ج :- ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے۔

ف :- سوال میں جس صورت کو ذکر کیا گیا ہے اس میں کوئی وجہ ناجواز مذکور نہیں پھر اور کیا وجوہ ہیں۔ جن کی وجہ سے ناجائز ہے۔ دراصل صورت مذکورہ سوال کو ناجائز کہا ہے۔ کیونکہ مفتی سوال کا جواب دیتا ہے۔ دیکھو ہندو کی لگائی ہوئی سودی روپیہ

کی سبیل جائز اور مسلمان کی سبیل حلال پیسے سے لگائی ہوئی حرام، مشرکانہ رسوم ہولی دیوالی کا کھانا درست، مسلمانوں کی محفل ذکر شہادت و محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم حرام اس میں شمولیت حرام ہے۔ استغفر اللہ

ان دیوبندیوں کا اس حدیث پاک کا مصداق ہونا اظہر من الشمس ہے جو بخاری شریف جلد اول میں ہے کہ آخر زمانہ میں ایک گمراہ قوم نکلے گی جن کے بہت سے علامات میں سے ایک یہ بھی علامت ہوگی، مشرکوں بت پرستوں کو کچھ نہیں کہیں گے چھوڑ دیں گے اور اہل اسلام سے لڑیں گے۔ دیکھو ان کا محاذ اہل اسلام کے مقابلے میں ہے۔ اور مشرکوں ہندوؤں سے نزدیکی اور بھائی چارہ ہے۔ ان کا سب کچھ جائز ہے، اور مسلمانوں کا حرام۔ نظریہ پاکستان سے اختلاف اور ہندو مسلم بھائی بھائی کا نعرہ بھی اس کا بین ثبوت ہے جس کی دیوبندی جماعت نے زور شور سے تبلیغ کی تھی اور آج تک وہ اسی دھرم پر قائم ہیں۔

(۳۷) سوال :- جس جگہ زاغ معروفہ کو اکثر حرام جانتے ہوں اور کھانے والے کو برا کہتے ہوں تو ایسی جگہ اس کو کھانے والے کو کچھ ثواب ہوگا، یا نہ ثواب ہوگا، نہ عذاب ! ---------- جواب :- ثواب ہوگا۔ فقط۔

ف :- دیکھو زاغ معروفہ یعنی یہ جو مشہور کوا ہے، اس کا کھانا ان کے نزدیک ثواب ہے۔

یہ خدا تعالیٰ کی نعمتوں کی بے حرمتی بزرگوں کی شان میں گستاخی اور اعمال صالح کو عقل کے لیبل لگا کر حرام کی ٹوکری میں پھینک دینے کی شامت ہے کہ ان سب نیکیوں نعمتوں برکتوں سے خدا تعالیٰ نے ان کو محروم کر کے کیا ان کے منہ میں چیز ڈالدی۔

چہل مسئلہ میں جو انہوں نے مکر و فریب کذب بیانی خیانت، شرارت کا ریکارڈ قائم کر دیا ہے اس کی روشنی میں اس بات میں کوئی مبالغہ نہیں کہ ویسے بھی طبعی طور پر کوتے اور ان کے مزاجوں میں کافی مناسبت ہے۔

؎ کند ہم جنس با ہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

بدتہذیبی اور معصیت پر اعانت

(۳۸) حضرت حافظ صاحب کے مزاح اور خوش مزاجی کے بہت سے قصے بیان فرمایا کرتے تھے۔ ایک بار فرمایا کہ حافظ صاحب کو مچھلی کے شکار کا بہت شوق تھا ایک بار ندی پر شکار کھیل رہے تھے۔ کسی نے کہا حضرت ہمیں ——— آپ نے فرمایا، اب کے ماروں تیری۔

(حکایاتِ اولیاء ص۲۴۷ از اشرف علی تھانوی)

ف:- دیکھو دیوبندیوں کے خود ساختہ اولیاء کی تہذیب مچھلی مانگنے والے کو کیسا گندا جواب دیا۔ اس میں غور فرمائیں کہ یہ بدبودار الفاظ کس فعل کے عادی ہونے کا پتہ دیتے ہیں۔

(۳۹):- والد صاحب نے فرمایا کہ ایک دفعہ چھتے کی مسجد میں مولانا فیض الحسن صاحب استنجے کے لئے لوٹا تلاش کر رہے تھے اور اتفاق سے سب لوٹوں کی ٹونٹیاں ٹوٹی ہوئی تھیں، فرمانے لگے کہ توبہ سارے لوٹے مختون ہی ہیں۔ حضرت نے ہنس کر فرمایا۔ پھر آپ کو تو بڑا استنجا نہیں کرنا ہے

گویا مختون سے کیا ڈر ہے۔ (حکایات اولیاء ص۱۲۸ از اشرف علی تھانوی)

فائدہ:- دیکھو یہ مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دیوبند کی تہذیب کے ٹکڑے ہیں۔ کسقدر گندا اور فحش مزاح ہے۔ ان کے خود ساختہ اولیاء کی اولیائی کس قدر دیدنی ہے۔ اس میں غور کریں تو آپ سمجھیں گے کہ یہ مزاح کس فعل میں بے تکلف ہونے پر شاہد ہے۔

(۴۰) مولانا بچوں سے ہنستے بولتے بھی تھے اور جلال الدین صاحبزادہ مولانا محمد یعقوب صاحب سے جو اسوقت بالکل بچے تھے، بڑی ہنسی کیا کرتے تھے۔ کبھی ٹوپی اتار لیتے کبھی کمر بند کھول دیتے تھے۔

(حکایات اولیاء ص۳۱۷ از اشرف علی تھانوی)

فائدہ:- حکایات بالا کی طرح اس میں بھی غور فرمائیں یہ بھی بانی دیوبند کا واقع ہے۔ بچے کا کمر بند کھولنا، یہ بھی دیوبندیوں کے خود ساختہ اولیا کی کرامت ہے۔ ایسی فحش ہنسی کی ایک عام آدمی کا حیاء بھی اجازت نہیں دیتا۔ دیکھو کس قدر پست ذہنیت ہے۔

(۴۱) ایک دفعہ گنگوہ کی خانقاہ میں مجمع تھا حضرت گنگوہی اور نانوتوی کے مرید و شاگرد سب جمع تھے۔ یہ دونوں حضرات بھی وہیں مجمع میں تشریف فرما تھے کہ حضرت گنگوہی نے حضرت نانوتوی سے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ یہاں ذرا لیٹ جاؤ۔ حضرت نانوتوی کچھ شرما سے گئے۔ مگر حضرت نے پھر فرمایا تو بہت ادب کیساتھ چت لیٹ گئے۔ حضرت بھی اس چارپائی پر لیٹ گئے اور مولانا کی طرف کروٹ لیکر اپنا ہاتھ انکے سینے پر رکھدیا، جیسے کوئی عاشق صادق اپنے قلب کو تسکین دیا کرتا ہے۔ مولانا برجستہ فرماتے کہ یہاں

کیا کر رہے ہو، یہ لوگ کیا کہیں گے۔ حضرت نے فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہنے دو!

(حکایات اولیاء ص۳۳۹ از اشرف علی تھانوی)

ف:- دیکھو مذکورہ بالا حکایات کی طرح یہ واقع بھی دیوبندیوں کی بدتہذیبی اور مکروہ حرکات کی دستاویز ہے۔ نانوتوی بیچارہ کسی حرکت سے متاثر ہو کر کہتا ہے "میاں کیا کر رہے ہو یہ لوگ کیا کہیں گے" مگر گنگوہی برابر حرکت میں مشغول ہے۔ ایسی پست ذہنیت کے لوگ جس قوم کے راہنما ہیں۔ ان بیچاروں کو خدا تعالیٰ دیدہ بینا دے۔

(۴۲) اتفاق سے ایک روز ایک بھنگ فروش عورت آئی اور اس نے آکر نہایت سماجت سے عرض کیا کہ حضرت میں مجبور ہو گئی ہوں اور میری دوکان نہیں چلتی۔ آپ نے اسکو ایک تعویذ لکھ دیا اور فرمایا کہ اس کو بھنگ گھوٹنے کے لوٹے پر باندھ دینا۔ اور فرمایا کہ جب تیری دوکان چل جائے تو مجھے یہ تعویذ واپس دے جانا۔ چونکہ آپ کی خدمت میں بڑے بڑے لوگ جیسے شاہ اسحاق، مولوی عبدالحی وغیرہم بیٹھتے تھے۔ اس لئے ان کو شاہ صاحب کے اس فعل سے بہت خجلان ہوا کہ شاہ صاحب اور بھنگ کی بکری کا تعویذ! مگر اس کو دل میں رکھا اور ظاہر نہ کیا۔ چند روز بعد وہ عورت دو ہنگیاں مٹھائی کی لائی۔ آپ نے خلاف معمول (یہ ہدیہ نہیں لیتے تھے) ہنگیاں قبول فرمالیں۔ تو اب ان حضرات کا خجلان اور ترقی کر گیا۔ جب وہ عورت چلی گئی تو آپ نے وہ تعویذ ان لوگوں کو دیا اور فرمایا کہ اسے پڑھ لو اس میں کیا لکھا ہے۔ انہوں نے پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ "دہلی کے بھنگ پینے والو، تمہارا بھنگ پینا مقدر ہو چکا ہے تم اور جگہ نہ پیا کرو اسی دوکان پر پی لیا کرو"

(حکایات اولیاء ص۶۸، ۶۹)

ف:- بھنگ پینا شرعاً حرام فعل ہے۔ اور پلانے کا بھی یہی حکم ہے، اور اسے فروخت کرنا اور اسکی قیمت کے پیسے وصول کرنا بھی اسی زمرہ میں آتا ہے۔ مگر ان دیوبندیوں کے خود ساختہ اولیاء اس حرام کاروبار کے چلانے کے لئے تعویذ لکھ کر دیتے ہیں۔ اور گناہ اور حرام میں اعانت کرتے۔ یہ بھی ان کی کرامت ہے کہ حضرت کے تعویذ سے بھنگ بیچنے والی کی بھنگ خوب بکنے لگی۔ اور اس کی آمدنی سے مٹھائی کا نذرانہ بھی قبول کر لیا۔ دیکھو انکی قرآن دانی اور خدا خوفی۔ الامان الحفیظ

(۴۳) فرمایا کہ میرٹھ مطبع مجتبائی میں ایک مقام پر مولانا محمد یعقوب اور مولانا محمد قاسم ایک جگہ ہی ٹھہرے ہوئے تھے۔ مگر مولانا نانوتوی تو نیچے کے درجے میں تھے اور مولانا محمد یعقوب اوپر کے درجہ میں تھے۔ ایک رنڈی اپنی چھوکری کو جو سیانی تھی اسکے ہمراہ لائی اور مولانا محمد قاسم (چونکہ مولانا قاسم بہت مشہور تھے) مولانا محمد یعقوب اس قدر مشہور نہ تھے۔ کسی نے ان کا پتہ دے دیا۔ عرض کیا یہ میری چھوکری ہے۔ اور مدت سے بیمار چلی جا رہی ہے۔ میری اوقات بسر اسی پر ہے۔ آپ اسے تعویذ یا دعا کر دیجئے۔ اس سے فرمایا اوپر ایک بزرگ ہیں تم ان کے پاس جاؤ۔ جو اوپر پہنچی تو مولانا محمد یعقوب نے پوچھا کیا ہے۔ اس نے عرض کیا یہ میری لڑکی ہے اس کو مرض ہے اور میری اس پر کمائی ہے۔ آپ دعا یا تعویذ کر دیجئے۔ مولانا محمد یعقوب نے نامعلوم دعا کی یا تعویذ دیا اور اسے رخصت کر کے نیچے تشریف لائے اور پوچھا کہ اسے کس نے بھیجا ہے؟ مولانا محمد قاسم صاحب خاموش ہو گئے۔ فرمانے لگے بڑے متقی نکلے اپنے تقوے کی اس قدر حفاظت کی اور میرے پاس

خدمت میں بازاری عورت کو بھیجدیا، اپنے نفس پر کس کو اعتماد ہے۔ خدا کے فضل سے اس کی چھوکری کو آرام ہوگیا تو وہ مٹھائی لائی اور سیدھی اوپر مولانا کے پاس پہنچی۔ ہاتھ جوڑ کر کہا کہ حضرت آپ کی دعا سے میری لڑکی کو صحت ہوگئی ہے۔ یہ مٹھائی شکریہ میں لائی ہوں۔ مولانا نے فرمایا رکھ دو۔ وہ رکھ کر چلی گئی۔ مولانا نیچے تشریف لائے اور فرمایا، حرام کمائی کی ہے اس کا کھانا حرام ہے یہ مساکین کا حق ہے، اغنیاء کا حق نہیں ہے، جس کا دل چاہے لے لے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا۔ دیکھئے شریعت وطریقت سب جمع کردیں۔

(حکایات اولیاء ص ۳۷۵ تا ۳۷۷) از اشرف علی تھانوی)

ف:۔ دیکھو یہ حکایت دیوبندیوں کی تہذیب اور اعانت بر معصیت کی ایک شرمناک دستاویز ہے۔ نیز حرام کی کمائی کو مساکین کا حق بتلایا۔ یہ صریح شرع شریف کی مخالفت ہے۔ اس پر مزید تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ ناظرین خود اس کے ایک ایک لفظ پر غور فرمائیں گے اور ساتھ ساتھ شرعی حدود کو سامنے رکھ کر آپ غور فرمائیں گے تو اندازہ ہوجائے گا کہ ان کی پیروی کرنے والے کس گڑھے میں گریں گے۔

(۴۴) فرمایا ایک مرتبہ مولانا قاسم صاحب سے، مولوی فیض الحسن صاحب جو بڑے ظریف اور سب سے بے تکلف تھے، بولے ارے اسد علی کے بیٹے تو تو کھیلی کرتا (کھیلتا) تجھے کس نے مولوی بنا دیا۔ تیرے پاس تو دو بیل ہوتے ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر ٹک ٹک بھر بھر کرتا ہوتا۔ مولانا نے نہایت متانت سے فوراً ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ جی ہاں ایک تو ڈھونڈھ لیا ہے اور ایک ڈھونڈھ لوں گا پھر یہی کام کروں گا۔ (حکایات اولیاء ص ۴۳۶ از اشرف علی تھانوی)

(۴۵) مولوی عبدالقیوم صاحب فرماتے تھے کہ نواب قطب الدین صاحب دف کو بھی ناجائز کہتے تھے۔ ایک مرتبہ میری ان کی اسی بارہ گفتگو ہوئی یہ گفتگو ہمارے دروازے میں ہوئی۔ میرے گھر میں جب معلوم ہوا کہ دف کے جواز اور عدم جواز میں گفتگو ہورہی ہے تو انھوں نے مجھ سے گھر میں بلا کر کہا کہ نواب صاحب کو گھر میں بلالو میں پردہ میں ہوئی جاتی ہوں۔ میں ان سے اس بارے میں گفتگو کروں گی۔ وہ پردہ میں ہو گئی اور میں نے نواب صاحب کو گھر میں بلالیا۔ جب گھر میں آئے تو میرے گھر میں سے نواب صاحب سے کہا کہ نواب صاحب آپ کو یاد ہوگا کہ جب میں بچی تھی تو ایک روز آپ مجھے گود میں لیے ہوئے تھے اور میرے ہاتھ میں ڈھپڑی تھی۔ اس وقت ابا جان بیمار تھے۔ زمین پر ایک گدیلے پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ نے مجھے ابا کے پاس لے جاکر بٹھادیا میں وہاں بیٹھ کر ڈھپڑی بجانے لگی۔ سو کبھی میں اسے زمین پر رکھ کر بجاتی تھی اور کبھی ہاتھ میں لے کر جب میں زمین پر رکھ کر بجاتی تو ابا جان اس کو اٹھا کر میرے ہاتھ میں دے دیتے اور زمین پر رکھ کر بجانے دیتے۔ آیا یہ واقعہ ٹھیک ہے۔ نواب صاحب نے اس کی تصدیق کی۔ جب میرے گھر میں کہا کہ اس سے ثابت ہے کہ آپ کے استاد ڈھول کو ناجائز کہتے تھے اور دف جائز کہتے تھے۔ کیونکہ جب میں اسکو زمین پر رکھدیتی تھی تو وہ دونوں طرف سے بند ہو کر ڈھول کی طرح ہوجاتی تھی۔ جب اٹھالیتی تو ایک طرف سے کھل کر

دف ہو جاتی۔ نواب صاحب ان کے اس استدلال کو سن کر خاموش ہو گئے۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔ (حکایات اولیاء ص ۴۳۳ تا ۴۳۴)

ف:۔ ان دونوں حکایتوں میں کس قدر ان کی پست ذہنیت اور بے غیرتی صریح سمجھ میں آرہی ہے۔ پھر پچھلی حکایت میں دف کے ڈھول بن جانے اور ڈھول کے دف بن جانے کی کیسی بیہودہ توجیہہ بتلا کر ایک دیوبندی عورت کی کرامت بتلائی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کو انبیاء کرام واولیائے عظام کی شان میں گستاخی کی یہ سزا ملی ہے کہ شرافت حیا غیرت تہذیب اور انسانیت سے یہ تہی دست ہو چکے ہیں۔ یہ تمام اوصاف حمیدہ مقبولانِ بارگاہِ خداوندی کی نیاز مندی اور ادب میں حاصل ہوتے ہیں۔

حرفِ آخر

یہ چند مسائل حضراتِ دیوبندیہ ہم نے طشت از بام کئے ہیں۔ ایک حق کے متلاشی کیلئے اس نوخیز فرقہ کے خدوخال دیکھنے کے لئے یہ بھی کافی ہیں۔ شاید کسی کو اللہ تعالےٰ ہدایت نصیب کرے اور باطل سے اس کو رہائی مل جائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

باقی ان کے علمی جواہر پارے اور دینی مہارت کے شاہکار خاص وقت کے لیے ہم محفوظ رکھتے ہیں۔

مجھے اس کا پورا احساس و اعتراف ہے کہ مصروفیاتِ کثیرہ کے ہجوم سے کچھ

کچھ وقت بچا کر اظہارِ حق کے جذبہ نے یہ مختصر کتابچہ لکھنے پر مجبور کیا۔

ع اگر بینم کرنا بینا و چاہ است
اگر خاموش بنشینم گناہ است

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت وما توفیقی الا باللہ ط

دعاگو خاکپائے اولیاء کرام

ابوالفیض محمد عبدالکریم ابدالوی چشتی رضوی غفرلہٗ

۱۹ محرم الحرام ۱۳۸۸ھ

بار دوم..... اگست ۱۹۷۵ء ——— تعداد گیارہ سو

جدید اضافہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

وصلی اللہ علی حبیبہ الکریم

بعض خصوصی علامات اہل زیغ وطغیان (دبے دبائے گستاخانے)

(۱) توحید باری تعالیٰ کی خود ساختہ توجیہہ وتشریح کی عام طور پر رٹ لگانا اور اس کے اصل مفہوم سے بالکل جاہل ہونا۔

(۲) توحید باری تعالےٰ کے خود ساختہ مفہوم کی آڑ میں توہین انبیاء علیہم السلام پر زور خطابت صرف کرنا۔

(۳) خوف خدا کا بالکل مفقود ہونا محض ظاہری طور پر محبت الٰہی کا دعویٰ کرنا۔

(۴) انبیاء علیہم الصلوٰۃ التسلیمات واولیاء رحمہم اللہ کی قرآن وحدیث سے ثابت شدہ صفات اور شئون کو توحید باری تعالےٰ کے منافی تصور کرنا۔

(۵) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کیلئے باذن وعطائے الٰہی علم غیب مشاہدہ (حاضر وناظر ہونا) اور قدرت وتصرف جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے ماننے کو شرک کہنا حالانکہ اللہ تعالےٰ کی صفت خلقہ کسی مخلوق کے لئے ثابت کرنا شرعاً شرک ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت بھی کسی غیر کی عطا کردہ نہیں بلکہ اسکی ہر ایک صفت ذاتی اور خود اپنی ہے۔

(۶) اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی شان بیان کرنے کو عام طور پر شرک کہنا اور کارہائے خیر مثلاً محفل میلاد شریف اور ختم وفاتحہ واعراس بزرگان کو بدعت کہنا۔

(۷) عموماً بحثوں میں جو مسائل قرآن وحدیث کی دلالت یا اشارات یا اقتضاً سے یا آیات واحادیث کے عمومات یا اطلاقات سے ثابت ہوں ان کا انکار کر دینا حالانکہ شریعت اسلامیہ کے بہت سے مسائل ایسے ہی دلائل سے ثابت ہیں اور اصول حنفیہ میں یہ قطعی دلائل میں سے ہیں۔ حالانکہ ان کے بہت سے معمولات اسی قسم کے دلائل سے ثابت بھی ہیں۔

(۸) درود ابراہیمی کے سوا درود شریف کے باقی تمام صیغوں کو خصوصاً الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کو بدعت کہنا حالانکہ خیر الامت کے بڑے بڑے بزرگ درود ابراہیمی کے ساتھ ساتھ درود شریف کے دوسرے صیغوں کو خصوصاً الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وظائف میں پڑھتے چلے آئے ہیں۔ اور اپنے عقیدتمندوں کو اس کی تلقین کرتے چلے آئے ہیں جن میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور حضرت سید علی ہمدانی اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمہم اللہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

(۹) اپنے جلسوں میں نعرۂ تکبیر کے ساتھ اپنے مولویوں کے نعرے لگانا اور نعرۂ رسالت بالکل نہ لگانا اور نعرۂ رسالت لگانے پر سیخ پا ہونا۔

(۱۰) یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیأ للہ کو شرک کہنا حالانکہ حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ اس وظیفہ کو فیصلہ ہفت مسئلہ میں بابرکت الفاظ سمجھ کر یا حضرت شیخ غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کو وسیلہ وذریعہ جانکر پڑھنے کو جائز لکھتے ہیں۔ نیز مولوی ذوالفقار علی دیوبندی نے حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ کی بارگاہ میں فریاد کرتے ہوئے شیأ للہ (اللہ تعالےٰ کیلئے کچھ دو) کہا ہے۔

(۱۱) عموماً تقریروں میں بدعت کا یہ معنی کرنا جو کام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں نہیں ہوا وہ بدعت ہے اور اس پر جب ان سے یہ سوال کیا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن کریم کتابی شکل میں نہیں لکھا گیا تھا۔ نیز اس پر اعراب اور شدات امدات کے نشان صحابہ کے زمانہ تک نہیں لگائے

گئے تھے اور مساجد موجودہ ہیئت میں نہیں ہوتیں تھیں اور ان میں پنکھے، لاؤڈ سپیکر میں اذان اور بخاری اور مسلم وغیرہ کتب حدیث کی تصنیف اور مدارس اسلامیہ موجودہ شکل وصورت میں اور ان میں مروجہ نصاب اور تبلیغی جلسے موجودہ شکل وصورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے زمانہ میں نہیں تھے، کیا آپ کے بیان کردہ بدعت کے مفہوم کے مطابق یہ سب کام بدعت ہیں؟ جن میں فرقہ دیوبندیہ وغیر مقلدین بھی مبتلا ہیں تو اسکا تسلی بخش جواب دے سکنا اور ککڑوں کوں ہو جانا۔

(۱۲) عام طور پر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے انسانی خصائص اور بشری حالات کا ذکر کرنا اور آپ کے نور ہونے اور نوریت کے خصائص کو بیان نہ کرنا، بلکہ موقع پائیں تو اس کی نفی کرنا لیکن اگر چندہ یا اس قسم کی کوئی اور ضرورت اس کے بغیر پوری ہوتی نظر نہ آئے تو پھر صرف آپ کے نوریت کے خصائص کو بیان کر کے محبانِ رسول سے چندہ وصول کر لینا اس قسم کی تقیہ بازی سے عام طور پر کام لے کر اہلِ اسلام کی مساجد میں کئی سال تک امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہنا اور ہر قسم کے مسلمانوں سے مال حاصل کرنا اور پھر موقع ملنے پر اپنے ماحول میں اسی کو حرام کہنا۔

(۱۳) ہر وقت لوگوں کو نور بشر کی بحث میں الجھا کر آپ کی عظمت اور رفعتِ شان کا انکار کرنا اور مطلقاً بشریت کو نور سے افضل کہنا حالانکہ بشریت کی شان نور کی نسبت سے ہے۔ مثلاً نورِ ایمان جس بشر میں ہے وہ ان بشروں سے افضل ہے جن کے پاس یہ نور نہیں اسی طرح نورِ عبادت، نورِ ولایت، نورِ ذکر وغیرہ وغیرہ بلکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ نور تمام ذواتِ نوریہ سے افضل واعلیٰ ہے جس کی وجہ سے آپ کی بشریت تمام بشریتوں سے افضل واعلیٰ ہے۔

(۱۴) شانِ رسالت کا جن احادیث میں ذکر ہے ان کی توجیہات کر کے انکا انکار کرنا اور شانِ

رسالت کی نفی کیلئے اگر کوئی موضوع (من گھڑت) حدیث مل جائے تو اس کو تسلیم کرنا۔

(۱۵) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکارنے پر فتویٰ شرک لگانا جب ان سے کہا جائے کہ بانیٔ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی نے آپ کو پکارا اور آپ سے مدد مانگی ہے جیسا کہ قصائد قاسمی میں ہے۔ ؎

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا ۔۔۔ نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

اور اسی طرح مولوی اشرف علی تھانوی نے نشر الطیب ۱۴۶ میں آپکو مدد کیلئے پکارا ہے۔ ملاحظہ ہو

دستگیری کیجئے میرے نبی ۔۔۔ کشمکش میں تم ہی ہو میرے ولی

تو کیا یہ بھی مشرک ہیں تو اس کا کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکنا۔

(۱۶) بزرگانِ دین کے مزارات پر فاتحہ وسلام کے لئے حاضری دینے سے نفرت کرنا بلکہ لوگوں کو اس کارِ خیر سے روکنا۔

(۱۷) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ کی غلط توجیہ کر کے اس کا انکار کرنا اور اس کے مضمون کو عیسائیوں کے شرکیہ عقیدہ کے مشابہ کہنا حالانکہ اس حدیث کو بڑے بڑے جلیل القدر محدثین نے صحیح تسلیم کیا ہے اور اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا ہے اور اس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور شریف کے اولیت حقیقۃ کیساتھ اول الخلق ہونے پر استناد کیا ہے اور اسکی صحیح توجیہ کی ہے جس کا شرک سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

(۱۸) اپنے مولویوں کی شان اور عظمت بیان کرنے کیلئے خوابوں کو دلیل بنانا اور اولیاء کرام کی شان وعظمت کے لئے اور سید الانبیاء حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث اور اولیاء کرام کے صحیح کشفوں کو ٹھکرا دینا۔

(۱۹) قرآن اور حدیث کا بہت زیادہ نام لینا اور آیاتِ قرآنی کو بہت زیادہ پڑھنا لیکن انکی تفسیر میں تحریف سے کام لینا اور صحیح تفسیر بیان نہ کر سکنا۔ مثلاً جہاں قرآن کریم میں یہ آئے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس غیب کا علم ہے، وہاں تفسیر یوں کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو علم غیب دیا

نہیں۔ حالانکہ یہ تحریف ہے تفسیر نہیں اسیطرح جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کا قرآن حکیم میں ذکر ہے وہاں یہ کہنا ثابت ہوتا کہ آپ نور نہیں ہیں۔ وغیرہ وغیرہ بہت سی مثالیں ہیں۔

(۲۰) عام طور پر شرک اور بدعت کی رٹ لگانا لیکن شرک بدعت کی صحیح تعریف نہ کر سکنا شان رسالت اور شرک میں (اسی طرح امور خیر اور بدعت میں فرق نہ کر سکنا۔

(۲۱) تصریحات اور اسرار فقہیہ سے ناواقف ہونا مستند کتابوں میں مسئلہ موجود ہونے کے باوجود فوراً کہہ دینا کہ یہ غلط ہے اسی طرح احادیث صحیحہ کو مستند اور معتبر کتب میں موجود ہونے کے باوجود ان کو نہ پڑھنا اور ان پر اعتراض کر کے انہیں ٹھکرا دینا۔

(۲۲) کتب سلف صالحین و آئمہ محققین کی کوئی حیثیت نہ سمجھنا بلکہ ان سے سخت نفرت کرنا اور بزرگان دین کے صحیح اقوال و احوال سے جاہل ہونا اور ان کو پیش کرنے پر یہ کہہ کر ٹھکرا دینا کہ وہ نبی نہیں تھے کہ ہم ان کی بات کو مان لیں۔

(۲۳) لوگوں کو اعتماد میں لینے کے لئے ریاکارانہ انداز سے قرآن مجید زیادہ پڑھنا قسمیں بہت کھانا۔ خصوصاً جھوٹی اور مکر و فریب کی باتیں کرنا۔

(۲۴) بزرگوں کی کتابوں کو رد و بدل کر کے شائع کرنا، جیسے غنیۃ الطالبین کو میں تراویح کی عبارت تبدیل کر کے گیارہ رکعت لکھ کر کراچی سے شائع کیا گیا اور اسی طرح اسلاف کی بعض کتابوں کے ترجمے میں تحریف کر کے شائع کرنا۔

(۲۵) توحید اور شان رسالت اور شرک اور بدعت کا صحیح اسلامی اور قرآنی مفہوم سن کر بوکھلا جانا اور اخبار کے پاس درخواستیں دیکر بیانات پر پابندی لگا دینا اور پولیس سے استمداد کرنا۔

(۲۶) تھوڑی تھوڑی بات پر مناظرہ کا چیلنج دینا اور پھر دو پردہ اس سے فرار کی کوشش کرنا۔

(۲۷) جو ان کے اکابرین نے اپنی کتابوں میں شان رسالت میں گستاخیاں کی ہیں ان پر مناظرہ کرنے سے

فرار کرنا ازالۂ عار کے لئے ان عبارات کو گستاخانہ کہہ دینا اور جب ان گستاخانہ عبارات لکھنے والوں کے متعلق شرعی فتویٰ طلب کیا جائے تو پھر اسکا شرعی فتویٰ بیان کرنے سے ٹال مٹول کرنا۔

(۲۹) اپنے ذاتی اغراض اور مخصوص مفادات کیلئے مشرکین کی تائید و حمایت اور انکی تعریف کرنا اور اہل ایمان کو مشرکین کی مخالفت کرنے کی بنا پر برا بھلا کہنا مثال کیلئے علماء دیوبند کی نظریۂ پاکستان کی مخالفت جو کہ اہل ایمان کا موقف تھا اور کانگریس کی حمایت اور نہرو گاندھی جیسے مشرکین کی تعریف میں رطب اللسان ہونا ملاحظہ ہو۔ حدیث بخاری میں ایک گمراہ ٹولے کے ظاہر ہونے کی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خبر دی ہے اس میں اس گمراہ فرقے کی بہت سی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ بت پرستوں کو کچھ نہیں کہیں گے۔ اور اہل ایمان کو قتل کریں گے۔

(۳۰) بات بات پر کفر و شرک کا فتویٰ دینا۔

(۳۱) تعویذ گنڈے کو برا کہنا اور اندرون خانہ لوگوں کو تعویذ گنڈے دینا اور ان سے بھاری نذرانے وصول کرنا۔

(۳۲) میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد منانے اور اس میں اسلام کی شان و شوکت کے اظہار کے لیے جلوس نکالنے کو بدعت و ناجائز کہنا۔ اور "شوکت اسلام" یا "نظام شریعت" کے نام سے جلوس نکالنا اور اس میں شامل ہونے والوں کے لیے ثواب کی بشارت دینا۔

(۳۳) شرع شریف کے خدام پیران عظام کو برا بھلا کہنا اور ان پر جھوٹے اتہام گھڑ کر لوگوں کو متنفر کر دینا اور خود پیری کا بھیس بنا کر مردوں اور عورتوں کی بیعت لینا۔

(۳۴) جس کھانے یا شربت کا قرآن شریف پڑھ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا شہداء کربلا یا حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کو ایصال ثواب کیا گیا ہو اسے حرام اور مثل خنزیر کہنا اور ہندوؤں کی ہولی دیوالی وغیرہ مشرکانہ رسومات کے موقع کا کھانا درست سمجھنا جو کہ ایک گونہ

ان کی مشرکانہ رسومات میں شرکت بھی ہے۔

(۳۴) اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دل میں سچی محبت نہ ہونے اور سچا خوف نہ ہونے کی وجہ سے ان کے چہروں پر نور اور تمکین و رونق کے آثار ظاہر نہ ہونا۔

(۳۵) اپنے ذاتی اور فرقہ وارانہ مفاد کے لیے صحابہ کرام کی توہین و تبرا کے پروگراموں میں تعاون کرنا اور نعرہ حیدری یا علی دوسروں کے ساتھ مل کر لگانا حالانکہ اپنی سیٹیوں پر اس نعرہ کو شرکیہ نعرہ کہتے ہیں۔ اور اس پر گرفت کرنے پر صاف صاف مکر جانا اور یہ کہنا کہ ہم نے یونہی آواز سے آواز ملا رکھی تھی۔ یا علی نہیں کہا۔

(۳۶) زبانی اتحاد کی لوگوں سے اپیلیں کرنا لیکن عمل سے بزرگانِ دین کی توہین کر کے اہلِ اسلام کی دل آزاری کرنا اور انتشار و افتراق کا بیج بونا۔

(۳۷) سودی روپیہ سے ہندوؤں کی لگائی ہوئی سبیلوں سے مسلمانوں کے پانی پینے کو جائز کہنا اور حلال طیب مال سے شہداءِ کربلا کے ایصالِ ثواب کے لیے مسلمانوں کی لگائی ہوئی سبیلوں سے پانی پینے کو ناجائز و حرام کہنا۔

(۳۸) کھانا سامنے رکھ کر قرآنِ پاک کی کوئی سورت یا کچھ آیات کے پڑھنے سے کھانا حرام ہو جانے کا فتویٰ دینا۔ حالانکہ قرآن کریم میں آتا ہے کہ قرآن شریف ایمان والوں کے لیے شفاء اور رحمت ہے اور ظالموں کو اس سے اپنی بداعتقادی کی وجہ سے نقصان بڑھتا ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ جب کھانے پر بسم اللہ شریف پڑھی جائے جو کہ قرآن کریم کی آیت ہے یا ایک آیت کا حصہ ہے، تو شیطان اس کو نہیں کھاتا۔ اور اگر بسم اللہ پڑھنے سے پہلے کچھ کھا چکا ہو تو قے کر دیتا ہے۔ اور موقع ہاتھ لگنے پر اسے پھر کھا بھی لیتا۔

(۳۹) اعراس بزرگانِ دین اور ان کے مزارات کے پاس تصدق و خیرات کیے جانے والے

مال کو حرام کہنا اور انہی مزارات کے ساتھ ملحقہ مساجد میں امامت اور خطابت کے فرائض سرانجام دینا اور اسی مال سے تنخواہیں وصول کر کے کھانا۔

(۴۱) الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کے الفاظ سے پڑھے جانے والے درود شریف کو درود تسلیم نہ کرنا، اور جب ان سے کہا جائے کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے اس کو درود تسلیم کیا اور زیارتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک خاص ترکیب سے پڑھنے کا وظیفہ بتلایا ہے۔ مولوی حسین احمد مدنی نے الشہاب الثاقب میں اس کو درود شریف کہا ہے اور اس کے پڑھنے کو مستحب کہا ہے تو پھر بھی انکار پر بضد رہنا اور پھر اسی کو روضۃ الرسول (علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ) کے پاس پڑھنے کے لیے درود شریف تسلیم کر لینا۔

(۴۲) متبرک ایام، مثلاً شبِ معراج، شبِ برات، میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ کی یاد نہ منانا اور منانے کو برا سمجھنا اور جب اہل سنت و جماعت ان متبرک ایام کی یاد منانے کے لئے تبلیغی جلسہ یا محفلِ ذکر کا پروگرام بنائیں تو اس میں شور و غوغا کر کے اس مقدس پروگرام کو خراب کرنے کی کوشش کرنا۔

(۴۳) عظمتِ شانِ رسالت کو سن کر تلملانا بلکہ حسد کی آگ میں جل جانا۔

(۴۴) اللہ تعالیٰ اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے درمیان غیریت ثابت کرنا اور اللہ کے غیر ان کو کہنا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے انبیاء کرام و اولیا کے درمیان محبت کا رشتہ ہے۔

(۴۵) قرآن کریم کی تلاوت کے آداب کو ملحوظ نہ رکھنا۔

(۴۶) بلکہ کسی بھی عظیم چیز کی تعظیم و ادب سے گریز کرنا۔

بے ادبان مقصود نہ حاصل نہ درگاہے دُھوئی

(۴۶) عبادات نفلیہ سے لوگوں کو منع کرنا اور اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں دعا مانگنے سے گریز کرنا خصوصاً میت کے لیے دعا۔

تنبیہ:۔ یہ چھیالیس مشہور و مخصوص علامات بیان کر دی گئیں ہیں۔ ان کے علاوہ اور ہزاروں علامات ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ بوقت ضرورت ان کو بھی انشاء اللہ ہم شائع کریں گے۔ واللہ ولی التوفیق وھو یھدی السبیل

اللھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ بحرمۃ النبی الامین رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین وآلہ وصحبہ المکرمین۔ وصلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

تمت بالخیر

ابوالفیض ابوالاولیٰ حشمتی رضوی غفرلہٗ

(کتبہ علی محمد بھٹہ)

ضمیمہ

"چہل مسئلہ" کے دوسرے ایڈیشن ضرب مجاہد کی کتابت ہو چکی تھی کہ ہمیں "چہل مسئلہ" کا نیا ایڈیشن مجاہد ملت اخی المکرم الحاج حضرت مولانا ابوداود محمد صادق صاحب مدظلہٗ کی وساطت سے موصول ہوا۔ اس میں مولوی سرفراز صاحب گکھڑوی کے حواشی پڑھ کر ہمیں سخت حیرت ہوئی کہ صرف ایک جگہ مؤلف "چہل مسئلہ" کی چوک تسلیم کر کے پھر اس کو جوں کا توں شائع کر کے حسب سابق جھوٹ کو رواج دیا ہے۔ حالانکہ "چہل مسئلہ" میں اس کے مؤلف کی ہر جگہ چوک ہے۔ یا دانستہ خیانت ہے۔ جس کو شائع کرنا خیانت اور کذب کی ترویج ہے۔ ہم نے "ضرب مجاہد" کے صروق پر بحوالہ بخاری و مسلم حدیث تحریر کر دی ہے کہ منافق کی علامات تین ہیں (۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے (۲) جب اسے امانت دی جائے تو خیانت کرے (۳) جب وعدہ کرے تو اس کا خلاف کرے۔

ناظرین یہ تینوں منافقین کی علامات مؤلف چہل مسئلہ اور اس کے ناشرین اور مؤیدین میں گن کر پوری کر لیں۔ مسئلہ نمبر ۲ کے حواشی میں حدیث مشورہ کی سند اور اس کے راویوں کی توثیق کا ہم سے مطالبہ کیا گیا ہے۔ پہلا مطالبہ یہ تھا کہ یہ مسند احمد میں نہیں اور جھوٹی ہے۔ وہ پہلے ایڈیشن میں ہم نے پورا کر دیا تھا۔ مگر انصاف کا تقاضہ تو یہ تھا کہ اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کے حوالہ کو غلط کہنے سے باز آجاتے اور تصحیح نقل کے بعد بہ خود اس حدیث کی سند دیکھ کر اس کے رواۃ کی انصاف

سے تحقیق کرتے اور اگر اس کی سند میں کوئی راوی ضعیف معلوم ہوتا تو پیش کرتے۔ مگر یہ سرفراز صاحب کی ذہنی پستی یا علمی افلاس کا ثبوت ہے کہ وہ ہم سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ اس حدیث کی سند بتلائیں۔ اور اس کے راویوں کی توثیق کو دو محدثین سے ثابت کریں۔ لیجئے ہم ان کا یہ مطالبہ بھی پورا کر رہے ہیں اور اہلسنت دیوبندیہ سے صرف یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ تم نے اس حدیث رسول کو جن بُرے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے حضور تائب ہوں اور اس حدیث کو قبول کرنے کا اعلان کریں۔

مسند احمد بن حنبل میں حدیث مشورہ اس سند کے ساتھ مروی ہے:۔

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی حدثنا حسن ثنا ابن لھیعۃ ثنا ابن ھبیرۃ انہ سمع ابا تمیم الجیشانی یقول اخبرنی سعید انہ سمع حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(مسند احمد بن حنبل ص ۳۹۳ ج ۵)

اس سند میں حدثنا اور اخبرنی اور سمع کے الفاظ سند کے اتصال پر نص ہیں۔ آگے کتب اسماء الرجال سے رواۃ کی توثیق ملاحظہ ہو۔

اس میں امام احمد کے استاذ کا نام عبد اللہ ہے جو اپنے باپ سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے دو استاذ ہیں جن کا نام عبد اللہ ہے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔

(۱) عبد اللہ بن ابراہیم بن عمر بن ابی یزید ــ کیسان الصنعانی۔

ان کے بارے میں محدثین کی آراء یہ ہیں:۔

قال ابو حاتم صالح الحدیث وقال النسائی لیس بہ باس ذکرہ ابن حبان فی الثقات

ترجمہ:۔ ابو حاتم نے کہا کہ صالح الحدیث ہے اور نسائی نے کہا کہ اس میں کوئی حرج و نقص نہیں۔ ابن حبان نے اس کو ثقہ راویوں میں ذکر کیا۔

(تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۱۳۷ ــ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۳۸۹)

(۲) عبد اللہ بن ادریس الکوفی۔ ان کے بارے میں محدثین کی آراء یہ ہیں۔

قال عثمان الدارمی قلت لابن معین ابن ادریس احب الیک او ابن نمیر فقال ثقتان الا ان ابن ادریس ارفع منہ وھو ثقۃ فی کل شئ وقال الحسن بن عرفۃ ما رأیت بالکوفۃ افضل منہ وقال ابو حاتم ھو حجۃ یحتج بہ وھو امام من ائمۃ المسلمین ثقۃ وقال النسائی ثقۃ ثبت۔ وقال احمد وغیرہ احد وکان ثقۃ مأمونا کثیر العلم حجۃ صاحب سنۃ وجماعۃ وقال ابن حبان فی الثقات کان ثبتا فی السنۃ وقال ابن خراش ثقۃ وقال العجلی ثقۃ ثبت صاحب سنۃ زاھد صالح۔ وقال الخلیلی ثقۃ متفق علیہ وقال ابو حاتم قال علی بن المدینی عبد اللہ بن ادریس من الثقات۔

ترجمہ:۔ عثمان دارمی نے کہا کہ میں نے محدث ابن معین سے پوچھا کہ ابن ادریس آپ کے نزدیک بہتر ہے یا کہ ابن نمیر تو انہوں نے کہا کہ دونوں ثقہ ہیں۔ مگر ابن ادریس اس سے بلند تر ہے۔ اور وہ ہر چیز میں ثقہ ہے۔ ابو حاتم نے کہا کہ وہ حجت،

ہے اور اسے حجت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ اور وہ مسلمانوں کے اماموں میں سے ہے۔ اور ثقہ ہے۔ اور نسائی نے کہا کہ وہ ثقہ اور ثبت ہے۔ امام احمد اور دیگر آئمہ نے کہا کہ وہ ثقہ اور مامون اور کثیر الحدیث اور حجت سنت اور جماعت والا تھا۔ ابن حبان نے کہا کہ وہ ثقات میں ہے۔ سنت میں نہایت سخت تھا۔ ابن خراش نے کہا وہ ثقہ ہے اور عجلی نے کہا کہ وہ ثقہ اور ثبت، سنت والا ناہد، صالح ہے۔ بعیلی نے کہا کہ ثقہ اور متفق علیہ ہے۔ اور ابو حاتم نے کہا کہ علی بن مدینی نے کہا کہ عبداللہ بن ادریس ثقات میں سے ہے۔

(تہذیب التہذیب ص ۴۴ تا ۱۴۶ ج ۵)

ان میں سے ۱ کے باپ ابراہیم بن عمر ہیں۔ ان کے متعلق محدثین کی رائے یہ ہے

قال ابن معین ثقة وقال النسائی لیس به بأس وقال ابن حبان فی الثقات

ترجمہ:۔ ابن معین نے کہا کہ وہ ثقہ ہیں۔ امام نسائی نے کہا کہ اس میں کوئی نقص نہیں۔ ابن حبان نے کہا کہ وہ ثقات میں ہے۔ تہذیب ص ۱۲۷ ج ۱

(۲) کے باپ ادریس بن یزید کے متعلق محدثین کی رائے یہ ہے۔

قال ابن معین والنسائی ثقة وقال الآجری سألت ابا داود فقال ثقة ذکره ابن حبان فی الثقات۔

ترجمہ:۔ ابن معین اور نسائی نے کہا کہ یہ ثقہ ہیں۔ آجری نے کہا کہ میں نے محدث ابو داؤد سے اس راوی کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ ثقہ ہے۔ ابن حبان نے اس کو ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔ (تہذیب ص ۱۹۵ ج ۱)

(۳) حسن ہیں۔ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کے اساتذہ میں سے ایک حسن بن موسیٰ ہیں جو کہ ابن لہیعہ سے روایت کرتے ہیں۔ ان کے متعلق محدثین کی رائے یہ ہے۔

قال احمد هو من متثبتی اهل بغداد وقال ابن معین ثقة وکذا قال ابو حاتم عن ابن المدینی وقال ابو حاتم وصالح بن محمد ابن خراش صدوق قلت بقیة کلام ابن سعد وکان ثقة صدوقاً فی الحدیث وذکره ابن حبان فی الثقات وذکره مسلم فی رجال شعبة الثقات۔

ترجمہ:۔ امام احمد نے کہا وہ اہل بغداد کے متثبتین میں سے ہے۔ ابن معین نے کہا وہ ثقہ ہے۔ اسی طرح ابن المدینی سے نقل کرتے ہوئے ابو حاتم نے اس کو ثقہ کہا اور ابو حاتم اور صالح بن محمد اور ابن خراش نے کہا صدوق (نہایت سچا) ہے۔ ابن سعد نے کہا کہ وہ ثقہ اور صدوق فی الحدیث تھا۔ اور ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا اور مسلم نے اسے شعبہ کے ثقہ رجال میں ذکر کیا۔ (تہذیب ص ۳۲۳ ج ۲)

(۴) عبداللہ بن لہیعہ کے متعلق محدثین کی رائے یہ ہے۔

قال ابو داؤد وعن احمد ومن کان مثل ابی لهیعة بمصر فی کثرة حدیثه وضبطه واتقانه وقال ابو الطاهر ابن السرح سمعت ابن وهب یقول حدثنی واللہ الصادق البار عبداللہ بن لهیعة۔

ترجمہ:۔ احمد بن حنبل سے روایت کرتے ہوئے ابو داؤد نے کہا مصر میں کثرت حدیث اور ضبط اور پختگی میں ابن لہیعہ جیسا کوئی نہیں ابو الطاہر بن سرح نے کہا کہ میں نے ابن وہب سے سنا ہے کہ وہ حدیث بیان کرتے ہوئے کہتے تھے کہ اللہ کی قسم مجھ سے حدیث بیان کی سچے اور نیک عبداللہ بن لہیعہ نے اور امام بخاری نے اپنی جامع صحیح میں کتاب الفتن

اور الاعتصام اور تفسیر سورۂ نساء اور الطلاق
کے آخر میں اور اس کے علاوہ متعدد جگہوں
میں عبداللہ ابن لہیعہ سے روایت لی ہے۔

قال الحاکم استشهد به مسلم — ترجمہ:- حاکم نے کہا کہ مسلم نے دو جگہوں میں عبداللہ
فی موضعین۔ — ابن لہیعہ سے استشہاد کیا ہے۔

وحکی ابن عبد البرّ ان الذی فی — ترجمہ:- ابن عبدالبر نے نقل کیا ہے کہ مؤطا امام
المؤطا عن مالك من الثقة عنه — مالک میں جہاں یہ ہو کہ یہ حدیث امام مالک نے
عن عمرو بن شعیب عن ابیه — اس سے نقل ہے جو ان کے نزدیک ثقہ ہے
عن جده فی العربان هو ابن لهيعة — اور جس کے آگے عن عمرو بن شعیب ہو تو اس
سے انکی مراد عبداللہ بن لہیعہ ہوتا ہے۔

ذکر الساجی عن احمد بن صالح — ترجمہ:- ساجی عن احمد بن صالح سے نقل کیا ہے
کان ابن لهيعة من الثقات۔ — کہ ابن لہیعہ ثقات میں سے تھا۔

وقال ابن شاهين قال احمد — ترجمہ:- ابن شاہین نے کہا کہ احمد بن صالح
بن صالح ابن لهيعة ثقة۔ — نے کہا کہ ابن لہیعہ ثقہ ہے

تہذیب التہذیب ص ۳۷۰ تا ۳۷۸ ج ۵

(۵) عبداللہ بن زبیر کے متعلق محدثین کی یہ رائے ہے کہ:-

قال عبدالله بن المعافری ابن — ترجمہ عبداللہ معافری نے اپنے باپ احمد سے
احمد عن ابیه ثقة:- — روایت کرتے ہوئے کہا کہ یہ ثقہ ہے۔

وقال ابو داؤد معروف۔ — ترجمہ:- ابوداؤد نے کہا کہ وہ معروف ہے۔

وذکرہ ابن حبان فی الثقات — ترجمہ:- اور ابن حبان نے اسکو ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے

وذکرہ ایضاً یعقوب بن سفیان — ترجمہ:- اور یعقوب بن سفیان نے بھی اس کو ثقہ کہا ہے۔ اور صحیح مسلم میں بھی یہ ہے کہ وہ ثقہ تھا۔ (تہذیب ص ۴۲۱ ج ۶)

(۶) ابونعیم الجیشانی عبداللہ بن مالک کے متعلق محدثین کی رائے ملاحظہ ہو:-

قال عثمان الدارمی عن ابن معین ثقہ۔ — ترجمہ:- عثمان دارمی نے ابن معین سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ وہ ثقہ ہے۔

وذکرہ یعقوب بن سفیان فی جملة الثقات — ترجمہ:- اور یعقوب بن سفیان نے اس کو ثقات کی صف میں ذکر ہے۔

وقال العجلی مصری تابعی ثقة۔ — ترجمہ:- عجلی نے کہا کہ وہ مصری ہے اور ثقہ تابعی ہے۔

وقال ابن سعد کان ثقة۔ — ترجمہ:- ابن سعد نے کہا کہ وہ ثقہ تھا۔ (ص ۲۸۰ ج ۵)

(۷) سعد بن وہب کے متعلق محدثین کی رائے یہ ہے:-

قال ابن معین ثقہ۔ — ترجمہ:- ابن معین نے کہا کہ وہ ثقہ ہے۔

وذکرہ ابن حبان فی الثقات — ترجمہ:- اور ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے۔

وثقہ العجلی وابن نمیر۔ — ترجمہ:- اور اس کو عجلی اور ابن نمیر نے ثقہ کہا ہے۔

(تہذیب ص ۹۵، ۹۶ ج ۴)

(۸) حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ صحابی رسول ہیں جن کے متعلق اہلسنت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ الصحابۃ کلہم عدول۔

سند کے اتصال اور توثیق رواۃ ثابت ہو جانے کے بعد ہمارا صرف ایک مطالبہ ہے کہ ایک سچی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کو محض بغض رسول کی آگ میں جلتے ہوئے جن بُرے اور گندے دشنامی الفاظ سے تم نے رد کیا ہے۔ اس کی احکم الحاکمین کی بارگاہ میں توبہ کریں اور معافی طلب کریں۔ اور آئندہ اس قولِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کرنے کا اعلان کریں۔ ورنہ قہر خداوندی اور آخرت کے عذاب الٰہی سے ڈریں اور آئندہ ایسی جرأت مت کریں۔

واللہ الہادی وھو ولی التوفیق

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم بحرمۃ النبی

الرؤف الرحیم وصلی اللہ تعالٰی علٰی نورہٖ وخیر خلقہٖ

محمد وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین وسلم الٰی یوم الدین۔

ابو الفیض ابد الوری چشتی رضوی غفرلہٗ

۱۰ شعبان المعظم ۱۳۹۵ھ